مدارس ومساجد دین اور تعلیم وتربیت کے اہم مراکز

مدارس ومساجد اور جامعات وجوامع ہر دور میں دین کے قلعے اور تعلیم وتربیت کے اہم ترین مراکز کے طور پر جانے جاتے رہے ہیں۔ غار حرا، دار ارقم، صفہ، مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد قبا، بعد کے ادوار میں جامع اموی، جامع عمرو بن العاص، جوامع بغداد، کوفہ و بصرہ، زیتونہ، قیروان، قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ اور سمرقند و بخارا اور ماوراء النہر کے جوامع اور بعد کے ادوار میں جامع ازہر، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعہ رحمانیہ دہلی، جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی وغیرہ علوم دینیہ اور اسلامیہ کے اہم ترین مراکز رہے ہیں۔ جہاں سے علم کی روشنی پھیلی ہے۔ اور ایک عالم کو منور کیا۔ جن سے جہالت وضلالت کی تاریکی کافور ہوئی اور شرک وبدعت اور ظلم وعدوان کی بیخ کنی ہوئی۔ فواحش ومنکرات اور شر وفساد کا قلع قمع ہوا۔ بھٹکتی انسانیت کو راہِ ہدایت ملی۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی رحمۃ للعالمین کی رسالت اور تعلیمات دین کا چرچہ وغلغلہ یہیں سے ہوا ہے انہیں مراکز کی خاک سے انسان بنائے گئے۔ یہیں سے اٹھنے والے ذروں نے آفتاب و ماہتاب بن کر چہار دانگ عالم کو روشن کیا۔ انہی کی کوششوں سے امن وامان قائم رہا ہے اور انہی کی جدوجہد سے برکات الٰہی کا نزول اور دین وایمان کے چراغ روشن ہوتے ہیں۔ جہالت مٹتی اور تاریکی دور ہوتی ہے۔ دلوں کے زنگ ختم ہوتے ہیں اور مصفی و مجلی ہوکر لاکھوں انسانوں کے اندر کی کجی، کینہ اور عام امراض قلوب واذھان کو صاف ستھرا کیا جاتا ہے، درندوں کی سی زندگی گذار رہا انسان بھائی بھائی بن جاتا ہے۔

''مدارس اہل حدیث دہلی، ایک تاریخی دستاویز'' کے مقدمے سے ماخوذ

تحریر: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

درس حدیث

شش عیدی روزے کی اہمیت

محمد اظہر مدنی

عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه أن رسول الله صلی ا لله علیه وسلم قال: من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال کان کصیام الدهر (رواه مسلم ۲/۸۲۲)(۱۱۶۴)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ایسا ہے کہ جیسے پورے سال روزے سے ہو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی رحمت کو عام کرنے اور اپنے نیک بندوں کو اس سے مستفید ہونے کے لئے بے شمار مواقع فراہم کر رکھا ہے۔ انھیں میں سے نفلی عبادات بھی ہیں اور نفلی عبادتوں میں سے شوال کے روزے بھی ہیں جس کی بڑی فضیلت ہے۔ یہ چھ روزے واجب نہیں بلکہ مستحب ہیں اور مسلمانوں کے لئے مشروع ہے کہ وہ ان چھ روزوں کے رکھنے کا اہتمام کریں کیونکہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے بہت بڑا اجر اور تحفہ ہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد ماہ شوال کے چھ نفلی روزے رکھے تو گویا اس کا یہ روزہ رکھنا پورے سال کے روزہ رکھنے کی مانند ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے گویا اگر کوئی ایک نیکی کرتا ہے تو اسے دس گنا اجر ملتا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من صام ستة ایام بعد الفطر کان تمام السنة من جاء بالحسنة فله عشر امثالها یعنی جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ پورے سال روزہ رکھنے کے مانند ہیں۔ اس تناظر میں رمضان المبارک کے ایک مہینہ کا روزہ دس مہینے کے برابر ہوتے ہیں اور شوال کے چھ روزے دو مہینے کے برابر آتے ہیں اس طرح اس کا پورے سال روزہ رکھنے کے برابر ثواب مل گیا۔ اور اگر یہی ماہ رمضان کا فرض روزہ اور ماہ شوال کے چھ نفلی روزے پابندی سے رکھتا رہا تو گویا اس نے پوری زندگی روزے کی حالت میں گزاری اور اللہ رب العالمین کے یہاں اس کا شمار ہمیشہ روزہ رکھنے والوں میں سے ہوگا۔ ان نفلی روزوں کے بارے میں کوئی پابندی نہیں ہے کہ اسے پے درپے رکھا جائے البتہ اس بات کا خیال رہے کہ یہ شش عیدی روزے ماہ شوال میں ہی پورے کئے جائیں۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس تعلق سے کوئی تعیین نہیں فرمائی ہے کہ یہ شش عیدی روزے ماہ شوال میں کب رکھی جائیں بلکہ اسے ابتداء میں درمیان میں یا آخر میں جب چاہیں حسب سہولت رکھیں۔

آج اس تعلق سے ہم کچھ غلط فہمیوں کے شکار ہیں مثلا کبھی مکروہ سمجھ کر اس عظیم سنت سے اعراض کر جاتے ہیں یا کبھی غفلت کے شکار ہو جاتے ہیں یا کبھی ان روزوں کو ذوالقعدہ یا ذوالحجہ میں رکھتے ہیں ایسی تمام صورتوں میں ہم اس اہم خیر کثیر اور اجر عظیم سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو کتاب وسنت کا عامل بنائے اور ماہ شوال کے ان فضیلت والے روزوں کے رکھنے کے ساتھ ساتھ جو کچھ ہم نے ماہ رمضان میں سیکھا ہے خواہ وہ صبر ہو یا شکر ہو، حلم ہو یا بردباری ہو، عبادت ہو یا ریاضت ہو، تہجد وقیام اللیل ہو، تلاوت کلام پاک ہو یا صوم وصلوۃ ہو، انسانیت کی بہی خواہی اور ہمدردی ہو یا آپسی میل جول ہو، اخوت ومحبت ہو یا غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بے بسوں، بے کسوں کے ساتھ غمخواری وغمگساری ہو ان سب کو ان نیک جذبے کے ساتھ زندہ رکھنے اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین وصلی اللہ علی نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
جنت کے حسین مناظر	۷
امت محمدیہ پر نبی ﷺ کے شرعی حقوق	۱۵
مرد مجاہد فخر جمعیت چلا گیا	۱۷
تکبر ایک قبیح عادت	۱۸
اٹھارہواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۲۱
شہر میں اک چراغ تھا، نہ رہا	۲۳
اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی	۲۸
علوم الحدیث کی اہمیت وضرورت اور منہجیت	۳۰
طب وصحت	۳۶
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۷
جماعتی خبریں	۳۸

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ________ ۷/روپے
پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

رخصت ماہِ رمبارک

انسان بہت کریم وشریف مخلوق ہے۔اس کا ذکر قرآن کریم اور حدیث پاک میں شرافت وکرامت کے حوالے سے بار بار آیا ہے۔وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (الاسراء:۷۰) فرما کر اللہ جل شانہ نے اُسے شرف ومنزلت کے اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔ بایں ہمہ یہ بھی معروف ومشہور ہے اور فطرت انسانی سے قریب ترین بات بھی ہے کہ انسان خطاونسیان کا مرکب ہے اور بسا اوقات گناہوں اور خطاؤں کا پتلا بھی کہا جاتا ہے۔ اسی لیے انسان کی تخلیق احسن تقویم اور سب سے بہترین ڈھانچے میں ہونے کے باوجود اسے اسفل سافلین اور ذلیل ترین مقام میں بھی پہنچا دیا جاتا ہے۔کسی نے سچ کہا ہے۔

گرچہ سب مخلوق میں انسان بہتر ہے مگر
حق سے روگرداں ہوا تو سب سے بدتر ہوگیا

اسی لیے وہ کبھی مسجود ملائکہ ہوتا ہے اور کبھی آسمان کی بلندیوں اور جنت کی بالائیوں سے زمین کی پستی میں گرا دیا جاتا ہے۔لیکن ان میں سے سب سے اچھے انسان وہ ہوتے ہیں جو ٹھوکریں کھا کر سرخ رو ہوتے ہیں، توبہ واستغفار کرکے قرب الٰہی کے طلب گار ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے بندوں کے نزدیک محبوب اور معزز ہوتے ہیں شرط یہ ہے کہ ٹھوکریں کھانے اور لغزشوں اور کوتاہیوں کا شکار ہونے کے بعد اس قدر چالاک اور چوکنا ہو جائے کہ جس طرح دودھ کا جلا مٹھا بھی پھونک کر پیتا ہے اور خارزار اور ناہموار راستے کا راہی اپنے تن بدن اور دامن کو بچا کر بڑے سیانا پن اور انتہائی ہوشیاری اور فکر مندی سے گزر جاتا ہے یہی کیفیت اور سیریس حالت خطا کار انسان کی بھی ہونی چاہیے۔اور کون ہے جو انسان کہلاتا ہے اور وہ چھوٹے یا بڑے گناہوں سے بالکلیہ بچارہ جائے، جب انبیاء، اولیاء، صلحاء وعظماء، اکابر وبزرگان، محدثین وائمہ اور اولین وآخرین سب کے باوا آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم بھول چوک سے نہیں بچ سکے۔الا من رحم ربی، اور کم از کم وسوسے کا شکار ہوگئے۔ جنت میں تمام مرغوبات، محبوبات اور کشادگی وفراوانی اور آزادی کے ہوتے ہوئے صرف ایک درخت کے قریب جانے سے ہمارے جد امجد آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم اور ہماری دادی حوا علیہا الصلاۃ والتسلیم وسوسے کا شکار ہوکر اپنے آپ کو نہ روک اور نہ ہی بچا سکے تو ہما شما کا کیا شمار۔دنیا جو سراپا امتحان گاہ، آزمائشوں کی آماجگاہ، شروفساد کی جاہے اور بے شمار خواہشات ووساوس اور قدم قدم پر مغریات، شہوات اور نفسیات سے بھرے پڑے ہونے اور بمصداق قول رسول اللہ ﷺ کہ حُفت

الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات حضرت آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم اورحواعلیہا السلام نے کس طرح اس دنیا سے اپنے دامن کو بچا کر اپنی اولاد تمام ابن آدم کو یہ بتااور آگاہ کر گئے کہ انسان اگر ہرطرح کے عیش وآرائش اور نعمتوں کی وسعت وفراوانی کے ہوتے ہوئے اور پوری آزادی کے ساتھ سب سے متمتع ہونے کے حکم واجازت کے باوجود اگر ایک ہی ممنوع چیز کے استعمال کا مرتکب ہوسکتا ہے تو بعد توبہ واستغفار ہزاروں ممنوعات سے دامن کش بھی ہوسکتا ہے اور تمام جھنجھٹوں اور جنجالوں اور مکروہات سے بچ بھی سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ توبہ حقیقت میں توبۃ النصوح اور خالص ہو۔جس گناہ اور کوتاہی سے توبہ واستغفار کیا جارہا ہے اس کی شناعت وقباحت اورنفرت وعفونت کا صحیح ادراک قلب وجگر کو بھی ہو اور اعضاء وجوارح سے بھی اس پرشرمندگی وندامت کا صاف اور کھلا اظہار بھی ہورہا ہو۔ اور جس ہستی عظیم وکبیر اورذات اکبر کی نافرمانی ہوگئی ہے اس پر اتنی ندامت اور خوف ہو کہ دوبارہ اس کے تصور سے ہی انسان کانپ اٹھے۔ یہی حقیقت ہے سچے توبہ کی، ورنہ شیطان جس طریقے سے انسان سے غلطیاں کراتا رہتا ہے اور توبہ واستغفار بھی کر لینے کے بعد اصرار علی المعاصی اور تکرار سیئات اور عصیان رحمان بھی کراتا رہتا ہے، یہ انسان کی دوسری بڑی بھول ہے اور شیطان کی دوسری بڑی خطرناک چال جسے اگر انسان نے نہیں سمجھا تو ہلاکت وبربادی سے اس کا بچ جانا محال ہے۔

بہت سے لوگ اپنی غلطیوں پر پردہ ڈالنے اور گناہوں کے سرزد ہوجانے پر بطور دلیل دھڑلے سے کہتے اور سوچتے ہوئے نہیں شرماتے اور اپنے رب سے نہیں ڈرتے، وہ کہتے ہیں کہ غلطی تو ہمارے دادا آدم سے بھی ہوئی تھی انسان گناہوں سے مبرا اور معصوم ہی کب ہے؟ یہ اتنا بڑا شیطانی وسوسہ ہے کہ جس کی سنگینی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

یہ نادان بھول جاتے ہیں کہ جس طرح ان کے باوا آدم سے چوک ہوئی اسی طرح فوراً ان کو اس بھول کا احساس وادراک بھی ہوا اور انہوں نے جلد ہی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں توبہ واستغفار بھی کرلیا جسے اللہ کے دربار میں شرف قبولیت بھی حاصل ہوئی۔ فَتَلَقّٰىٓ اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرہ:۳۷) گناہ اور غلطی کے سرزد اور ارتکاب ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار اور انابت فلاح یافتہ بندوں اور برگزیدہ ومقرب لوگوں کی شناخت اور علامت ہے۔

اللہ رب العالمین جو ارحم الراحمین ہے وہ اپنے خطا کار وگناہ گار بندوں کو توبہ واستغفار کے مواقع بھی فراہم کرتا رہتا ہے کہ تلافی مافات اور دعاء ومناجات کرکے اللہ کا مقرب، برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ اور صحیح معنوں میں انسان بن جائے۔اس کے لیے بھاری بھاری چھوٹ اور بڑے بڑے آفر بھی دیتا رہتا ہے۔ ماہ صیام جو اپنی رحمتوں، برکتوں اور نوازشوں کے ساتھ سایہ فگن ہوا اور پھر اپنی حالت کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ بصد افسوس ہم سے رخصت بھی ہوگیا۔ یہ رب کریم کا بندوں کے لیے بہت بڑا انعام تھا وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے اور توبہ واستغفار اور انابت وخشیت کرکے تقوی وطہارت کی روش اختیار کرکے رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش سے اپنے قلب وجگر کی صفائی وستھرائی کرلے اور حقیقی معنوں میں بندہ مومن بن جائے۔قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرکے رب کی مرضی کو جان لے اور اس کے مطابق عمل کرکے خود کو اس کی شفاعت کا مستحق بنالے، روزہ رکھ کر تقویٰ وطہارت اور تزکیہ کی بلندیوں کو چھولے۔ پورے ماہ قیام لیل کرکے گزشتہ گناہوں کی معافی کا سامان کرلے۔ دوران روزہ لڑائی جھگڑا اور فحش کاری اور دروغ گوئی سے اجتناب کرکے دنیا کے سامنے امن وشانتی اور اخوت وبھائی چارہ کی مثال بن جائے۔ غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرکے انسانیت کا دلارا اور اپنے رب کا پیارا بن جائے۔غرض کہ نیکی کا کوئی بھی کام کرکے ستر سے سات سوگنا ثواب اس دن کے لیے جمع کرلے اور نیکی اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔اس دن کے لئے جس دن انسان کو ایک ایک نیکی کی ضرورت ہوگی اور جس دن مال واولاد کوئی کام نہیں آئے گی۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ" وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الشعراء:۸۸–۸۹)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اتنے بڑے انعام سے ہم نے کتنا فائدہ اٹھایا اور اپنے گناہ سے کس قدر توبہ واستغفار کیا، اپنے نامہ اعمال میں کس قدر نیکیوں کا اضافہ کیا۔اللہ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کس قدر ہوئی۔ تہی دستوں، بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرکے اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کی یا نہیں۔مثبت اخلاق وکردار کو کتنا اختیار کیا اور منفی اخلاق واعمال کو ترک کرکے تزکیہ وتقویٰ کے کتنے مدارج طے کیے۔ نفاق وشقاق سے کس قدر گریز کیا اور حکومت وعوام کی بلاوجہ کردار کشی سے کس قدر اجتناب کیا۔ دنیوی منفعت کے لیے دین وایمان کا سودا تو نہیں کیا؟ اور لایعنی وبے کار کے کاموں میں وقت، مال اور دیگر صلاحیتوں کو ضائع تو نہیں کیا؟ اور رائے عامہ کو حکومت وعوام اور مسلک ومذہب کے خلاف ابھارنے کی ناروا کوشش تو نہیں کی۔سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع وابلاغ میں پھنس کر نیکیوں کو جمع کرنے اور اچھی باتوں کو پھیلانے کے بجائے گناہوں کا انبار تو نہیں لگالیا اور شیطانی وسوسے اور موبائل وجوال کے فتنے اور فلسفے کا پشتارہ لگا کر گناہوں اور عذابوں کا بھنڈار تو نہیں لگالیا؟ یہ چند سوالات ہیں جن کا جواب ٹھنڈے دل سے ہم کو اور آپ کو دینا ہے۔اور اپنے روزے اور ماہ مبارک کا لیکھا جوکھا اور حساب وکتاب خود لینا اور جاننا ہے۔قبل اس کے کہ یہ سوالات مجھ سے کرلئے جائیں اور غالب وبرتر ذات پاک کے عذاب الیم میں دھر لئے جائیں۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ"

(البروج:۱۳)

کیونکہ اگر ہماری بخشش اس ماہ مغفرت میں نہ ہوسکی تو پھر کونسا وہ مبارک وقت آئے گا جس میں ہم اپنے گناہوں کو بخشوا سکیں۔شب قدر جیسی عظیم الشان رات میں تمہیں مردود ٹھہرا دیا گیا تو بھلا اب کونسی برکتوں والی رات آئے گی؟ جس میں تم بندۂ مقبول بن سکو گے؟ رمضان جیسا تربیتی وتزکیہ اور اصلاح کے مہینے میں ہماری اصلاح نہ ہوسکی۔ تو بھلا اصلاح ودرستگی کب ممکن ہے؟ اور جو اس ماہ حرکت ونشاط میں بھی مریض غفلت وجہالت بنا رہا وہ بھلا کب شفایاب اور چاک وچوبند ہوسکے گا؟ حیف! کہ یہ ماہِ عظمت اور لیلۃ القدر بھی ہم سے جدا ہوگیا۔

ترحل الشهر والهفاه وانصرما
واختص بالفوز بالجنات من خدما
واصبح الغافل المسكين منكسرا
مثلي، فيا ويحه، ياعظم ما حُرما
من فاته الزرع في وقت البذار فما
تراه يحصد الا الهم والندما

ماہ مبارک ہم سے رخصت ہوگیا سعید اور نیک روحوں نے کامیابی حاصل کی اور شقی وبدبختوں کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا اور دونوں ہی گروہ اس ماہ مبارک اور موسم بہار کے رخصت ہوجانے پر فکرمند اور غمگین وحزین ہیں لیکن آیئے ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ توبہ وانابت کا اور رحمت خداوندی کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ نیکوں کاروں کا موسم بہار ابھی ختم نہیں ہوا، اللہ کی عظمت وبڑائی، شکرگزاری اور اس کی اس رہنمائی اور اس کی اس ہدایت پر شکرگزاری کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کا مژدہ ہمارے سامنے ہے اور ہم اس سے ابھی محظوظ اور مسرور ومستفیض ہورہے تھے کہ یہ خوشخبری بھی ہمیں گوش گزار کردی گئی کہ جس نے رمضان کے روزہ کے بعد عید کی خوشیاں منانے کے بعد شش عیدی روزے رکھ کر بندہ مومن پھر بہار اور رحمتوں، برکت وخوشنودی کا سامان بہم پہنچا سکتا ہے۔فرمان رسول رحمت عالم ہے کہ من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر (رواه مسلم ۲/۸۲۲)(۱۱۶۴) کہ جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ایسا ہے کہ جیسے پورے سال روزے سے ہو۔اسی طرح گنہ گاروں کے لئے بھی باب توبہ واستغفار ہمہ وقت کھلا ہوا ہے اور اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر:۵۳) کا مژدۂ جاں فزا ہر خطا کار کے لئے کھلا ہوا ہے۔تو آیئے اب ہم عہد کریں کہ اپنے اعضاء وجوارح کی پہلے سے زیادہ حفاظت کریں گے لایعنی باتوں سے پرہیز کریں گے، غلط کاموں سے باز رہیں گے اور ہرطرح کے شروفساد اور نفاق وشقاق، نزاع واختلاف حسد وبغض کینہ اور کپٹ اور عداوت ونفرت سے کوسوں دور رہیں گے۔محبت کو عام کریں گے، صلہ رحمی اور خوش خلقی کو اپنا وطیرہ بنائیں گے، سب کا بھلا چاہیں گے، سختی ونرمی ہر حال میں سمع وطاعت اور خیر ومعروف کے کاموں میں پیش پیش رہیں گے، بے جا جدلیات اور مباحثات اور بکواسات اور پروپیگنڈوں سے کوسوں دور اور بغض ونفرت سے کوسوں دور اور بہت نفور رہیں گے اور عصبیت، انا وغرور اور بے جا تاویل اور تکلف اور کھینچ تان سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں گے، دین وشریعت کا ہر وقت پاس ولحاظ رکھیں گے اور دین کی سربلندی اور اس انسانیت کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہیں گے، ایک دوسرے کو برداشت کرنا درگزر کرنا حتی کہ اپنے کسی بھائی کے لئے اپنے جان ومال اور متاع عزیز بھی صرف کرنے سے دریغ نہیں کریں گے، پڑوسیوں اور مظلوموں کے حقوق کی پاسداری کریں گے، دین وشریعت میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں گے نہ ہونے دیں گے اور قوم وملت اور انسانیت کے تئیں ہر ایثار وقربانی کرنے کو تیار بیٹھے رہیں گے اور فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً کا اسوہ صحابہ وسلف رقم کرتے رہیں گے اور دولت ایمان واسلام اور حکومت ووطن عزیز کی حفاظت کے لئے اپنے اسلاف کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے جاں جاں آفریں کے سپرد کردیں گے۔

امن وشانتی اور سلامتی کا مہینہ گزر گیا اور ہم حرمت وعظمت والے مہینوں میں داخل ہوگئے ہیں لیکن فتنہ وفساد اور دہشت ووحشت اور داعش ودہشت گرد ملک وملت کے خلاف آج بھی سر اٹھا رہے ہیں اور دندناتے پھر رہے ہیں جس طرح سے ملک میں امن وامان کے ماحول کو ختم کرنے کی کوشش کررہے ہیں اسی طرح سارے عالم خصوصا عالم اسلام کو جنگ اور دہشت گردی کی آماجگاہ بنادینا چاہتے ہیں اور بالاخص بلاد حرمین اور دنیا میں سب سے پرامن اور خوشحال اور دین وشریعت کے پاسدار سعودی عرب کو اپنی سازشوں اور پروپیگنڈوں کا شکار بنارہے ہیں اس سے یہی نہیں کہ ہوشیار رہیں گے بلکہ حق کا ساتھ دیتے ہوئے باطل پرستوں کے داؤں کو ان کے اوپر پلٹ دیں گے وہاں کے امن وامان اور دینی ماحول، ایمانی فضا اور روحانی قدروں کو کبھی بھی پامال نہیں ہونے دیں گے، اللہ کی توفیق اور وہاں کے حکمرانوں کی جدوجہد اور ایمانی قوت وفراست اور علماء حق کی کوششوں، فکرمندیوں اور ہدایات کی بدولت جو خیر کثیر وہاں موجود ہے اور اس سے خطہ محظوظ ومستفید ہوتا رہا ہے اور چہار دانگ عالم میں اس کے فیوض اور ثمرات ہر سطح پر عام ہوتے رہے ہیں اس کو جاری وساری رکھنے میں اگر ہم ادنی ایمانی غیرت اور دینی شعور سے متصف ہیں تو اس کے لئے سب کچھ قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے اور مختلف حیلے بہانے اور وسوسے اور

پروپیگنڈے کے ذریعہ اس کے عظیم کارناموں کو سبوتاژ نہیں کرنے دیں گے۔الحاد ،دہریت، علمانیت، سیکولرزم اور جمہوریت اور ڈیموکریسی کے نام پر جو داخلی وخارجی سازشیں اول دن سے اس دینی مملکت کے خلاف رچی جاتی رہی ہیں آج بھی ہم اس کے علماء اور حکمرانوں کے ساتھ تعاون کرکے کمزور نہیں ہونے دیں گے بلکہ کل کے مقابلے میں زیادہ قوت کے ساتھ ان کا ساتھ دیں گے اور کسی بھی طو پر اشرار وطالع آزماؤں کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور سلف کے منہج ،طریقے اور اسوہ کے مطابق خروج وبغاوت اور خارجیت وحروریت کو کسی بھی طور پر کامیاب نہیں ہونے دیں گے کیوں کہ آج کے خارجی کل کے خوارج کے مقابلے میں زیادہ تلبیسات ، اشاعات ، کاذبات اور خرافات وملابسات کے ساتھ ایمانی اور انسانی ذہن ودماغ سے کھیل رہے ہیں اور میڈیا کا ایک طوفان بلاخیز ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا اس بونڈر کو چاہے وہ لاکھ اٹھ رہا ہو ہم اسے پھر پست وپامال کردیں گے ۔ اور عامہ امت اور جمہور کو کسی بھی قیمت پر ان الحکم الا للہ کے خارجی مغالطات کا شکار نہیں ہونے دیں گے اور کلمۃ حق ارید بہا الباطل کے قول علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعہ کیفر کردار تک پہنچاتے رہیں گے اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو اور ہر طرح کے شر وفساد سے بلاد حرمین وطن عزیز اور سارے عالم کو محفوظ ومامون فرمادے ۔آمین

یہ کون نہیں جانتا کہ مملکت سعودی عرب دنیا کی واحد حکومت ہے جس کی اساس کتاب وسنت پر استوار ہے اور جو پوری دنیا میں اسلامی کاز کی حفاظت وصیانت کے لئے کوشاں ہے ۔ایک صدی سے زائد عرصے سے اسی دنیا میں اسی شام وسحر میں جہاں اسلام کا نام لینا اسلامی دین وشریعت کی باتیں کرنا اور پورا دین نہیں صرف پرسنل لا کے نام پر چند نکاح وطلاق جیسے مسائل کی حفاظت بھی مسلمانوں کے لئے مشکل اور ناممکن ہو رہا ہو ویسے میں وہاں کے حکمرانوں اور علماء کا مکمل دین پر عمل کرلے جانا اور ببانگ دہل اعلان کرنا کہ ہماری اسلامی حکومت ہے دین وشریعت کی بنیاد پر قائم ہے حدود وقصاص جاری ہے مساجد آباد ہیں، دینی ماحول اور مکمل پردہ کا نفاذ اور ماحول بنائے رکھنا اس دور میں کسی معجزہ سے کم نہیں ۔ دنیا کی سپر پاور اور ان کے فکری اور مادی یلغاروں کے مقابلہ میں مدتوں سینہ سپر رہنا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یورپ اور امریکہ کے اور لادینی روس اور سوویت یونین کے گلی کوچوں میں بھی دین وایمان کی باتیں حکمت ودانائی اور ہمت وحوصلہ اور عزت وقوت کے ساتھ پہنچادینا عصر حاضر میں کسی معجزہ اور کرامت سے کم نہیں اس سے بوکھلا کر عالمی قوتیں صہیونی طاقتیں سازشی اور مجوسی پارٹیاں پروپیگنڈے اور دہشت گردی کا ہوّا کھڑے کرکے اس مد وامتداد کو روک دینے کی نت نئی چالیں چل کرکے ہی اپنی کامیابی کی راہیں ڈھونڈھ رہی ہیں اور ہم اپنی سادہ لوحی میں خیر کثیر کو نظر انداز کرکے چند اجتہادی، اضطراری باتوں کا بہانہ بنا کر یا سہارا لے کر اسلام اور مسلمانوں کو اور اس واحد اسلامی مملکت کو کمزور کررہے ہیں ۔دانستہ یا نادانستہ طور پر کمزور کرنے کی سازشوں کا حصہ بن رہے ہیں ہمیں بہت ہی سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ آج کی تاریخ میں خواتین کی ڈرائیونگ اور چند کھیل تماشے اور تھیٹر کو لے کر ہم جو طوفان بدتمیزی اور پروپیگنڈے اور سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں اور ایسے موقع پر سلف کے اسوہ نصح وخیر کثیر اور جذبہ خیر اور دعا ومناجات برائے سربراہان ملک وملت اور حکمران مملکت وسلطنت کو چھوڑ کر شیاطین الانس والجن کے خرخشوں اور پروپیگنڈوں میں پڑتے جارہے ہیں ۔اور اگر ہم سے اخلاص کا کوئی حصہ اور حق کا ادنی ذرہ بھی ہو کر گزر رہا ہو تو ہمیں اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے کہ آج چند کھیل تماشے وتمثیلات اور ڈرائیونگ کو لے کر جو ڈرامہ دنیا نے شروع کیا ہے وہ سو سال سے زائد ان چیزوں کے نہ ہونے اور خیر خواہی کے موجود ہونے کو کبھی اجاگر کیا اس پر اللہ اور اس کے بندوں کا شکر گزار بنے یا اس وقت بھی کسی نہ کسی شیطانی وسوسے کا شکار ہو کر اس کے علماء اس کے حکمراں اور اس کے وجود کے خلاف لگے رہے اور اپنی دنیا اور آخرت کی بربادی کا سامان بہم پہنچانے کی کوشش کرتے رہے؟! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ ہمارے بھٹکے ہوئے آہوان سوئے حرم چل پڑیں اور ترکستان اور ویران کی راہ میں بھٹکے ہوئے یہ راہی از سر نو کعبہ کا رخ کریں اور اس کے لئے واحد طریقہ اور اسوہ تکبر وانانیت اور عصبیت کو چھوڑ کر رجوع الی الحق کا راستہ ہے اور اسی میں بلاد حرمین، عالم اسلام اور وطن عزیز اور ساری دنیا جہان والوں کی بھلائی ہے۔دیکھو حرمین شریفین کی خدمت اور لاکھوں کی تعداد میں حجاج ومعتمرین کا استقبال اور ضیافت اور امن وشانتی کے ماحول میں مناسک حج وعمرہ کی ادائیگی کو یقینی بنانا ایسے کام ہیں جن کا ہر قاصی ودانی معترف ہے۔اس کے باوجود گرد وپیش کے واقعات کو لے کر محض جھوٹی واہ واہی بٹورنے کے لئے ،اسلام دشمن عناصر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور شیطانی وسوسے کا شکار ہو کر اس حکومت کو اپنے طعن وتشنیع کا مورد ٹھہرانا کہاں کی دینداری اور دیانتداری ہے۔اللہ تعالی نے صاف صاف فرمادیا ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

خدارا ماہ صیام جو کچھ ہم کو سکھلا گیا ہے اور محبت والفت اخوت وانسانیت ،عدل ومساوات ،خود احتسابی اور تزکیہ نفس ،توبہ واستغفار کا جو درس دے گیا ہے اس کو اپنے اندر نافذ کریں اور اپنے غیر ذمہ دارانہ افکار واقوال اور عمل وکردار کے ذریعہ اور اپنی ڈفلی آپ بجا کر دنیا کے لیے ہنسی ومذاق کا سامان نہ بنتے پھریں۔

پیام عیش مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلال عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

☆☆☆

جنت کے حسین مناظر

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نورالعین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الھندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی

جنت کا نام آئے اور انسان کے دل میں اس کو حاصل کرنے اور پانے کی تڑپ اور للک پیدا نہ ہو، ایسا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو انعام و اکرام کے طور پر جنت عطا کرے گا کیونکہ انہوں نے دنیاوی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق گزاری ہوگی اور کفار و مشرکین کے برعکس لہو ولعب، برائی و بے حیائی سے گریز کیا ہوگا۔ یہ جنت نیک انسان کی نیکیوں کا بدلہ اور صلہ ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نوازے گا۔ بہت ہی خوش نصیب اور نیک بخت ہوگا وہ انسان کہ جس کے نیک کاموں اور اچھے اخلاق وکردار سے خوش ہوکر رب تعالیٰ جنت جیسی عظیم نعمت اور بیش بہا دولت سے سرفراز فرمائے گا۔

جنت کی نعمتیں لافانی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ جس انسان کو جنت عطا کرے گا، وہ اس میں ہمیشہ عیش کرے گا، جنت کی نعمتوں سے محظوظ ہوگا اور حقیقی فوز وفلاح اور ابدی کامیابی وکامرانی اور سعادت مندی پائے گا کیونکہ جنت کی نعمتیں انسانی عقل کے فہم وادراک سے بالاتر ہیں اور ہر طرح کے نقائص وعیوب سے پاک وصاف بھی ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”أعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت، ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر“ یعنی میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا، کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں خیال آیا ہے۔ (صحیح بخاری/ 3072، صحیح مسلم/ 2824)

جنت کے تعلق سے کتاب وسنت میں بے شمار صفات وارد ہیں۔ زیر نظر مضمون میں انہی صفات میں سے بعض اہم کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ہم جنت کے تعلق سے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں اور پھر ہمارے دل میں جنت کے حصول کے تعلق سے وفور شوق پیدا ہو اور لازمی طور پر ہم نیکیوں کی انجام دہی کریں، فرائض و احکامات کی مواظبت کریں، سنن ومستحبات پر مداومت برتیں اور برائیوں اور بے حیائیوں سے گریز کریں۔

بروقت جنت کا وجود ہے: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ بروقت جنت کا وجود ہے۔ اس بات کی بے شمار دلیلیں کتاب وسنت میں موجود ہیں۔ بعض درج ذیل ہیں:

أ- اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جا بجا مومنوں کو جنت کی بشارت دی ہے۔ ایک جگہ فرمایا: ”وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ“ (سورۃ البقرۃ/ 25) یعنی اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ان کے لئے بیویاں ہیں صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

مزید فرمایا: ”اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ“ (سورۃ حم السجدہ/ 30) یعنی واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔

ان آیات کریمہ میں رب تعالیٰ نے اپنے نیکوکار بندوں کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی چیز کی خوشخبری نہیں سنا سکتا ہے جس کا ابھی وجود نہ ہو۔

ب- اسی طرح سے اللہ کے پیارے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا سفر کیا اور اس سفر میں جو کچھ دیکھا، اپنی امت کو من وعن بیان کیا جو کہ جنت کے وجود کی قطعی دلیلوں میں سے ہے۔ اس وجہ سے کہ اللہ کے آخری رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت بیداری اسراء ومعراج کا سفر کیا اور اسی سفر میں جنت دیکھی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بتایا۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: ”سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ“ (سورۃ الاسراء/ 1) یعنی پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔

مزید فرمایا: ”وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى‘‘(سورۃ النجم/ 13-18) یعنی اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنۃ الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی۔ نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔

صحیح بخاری/ 349 اور صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے قصہ اسراء و معراج کو بیان کرتے ہوئے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’........ثم انطلق بی الی سدرة المنتهى و غشيها ألوان ما أدرى ما هى؟ ثم دخلت الجنة فاذا فيها حبائل الؤلؤ واذا ترابها المسک‘‘ یعنی.....اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا جسے مختلف قسم کے رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے ہار تھے اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

ج- بعض حدیثوں میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی تخلیق کا واقعہ بیان کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جنت کا وجود بروقت ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ جنت بروقت موجود نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے پیدا فرمائے گا، ان کی بات درست نہیں ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’لما خلق الله الجنة قال لجبريل: اذهب فانظر اليها، فذهب فنظر اليها، ثم جاء فقال: أى رب! وعزتک لا يسمع بها أحد الا دخلها، ثم حفها بالمكاره، ثم قال: ياجبرئيل! اذهب فانظر اليها فذهب فنظر اليها ثم جاء فقال: أى رب وعزتک لقد خشيت أن لا يدخلها أحد....‘‘ یعنی جب اللہ نے جنت کو پیدا کیا تو جبریل سے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے اور اسے دیکھا۔ پھر واپس آئے اور کہنے لگے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، اس کے متعلق جو کوئی بھی سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مکروہات (ناپسندیدہ) چیزوں سے گھیر دیا۔ پھر فرمایا: اے جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر لوٹ کر آئے تو بولے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی داخل نہ ہوسکے گا۔ (سنن ابوداود/ 4744، سنن ترمذی/ 2560، سنن نسائی/ 3772)

د- تمام اسلاف کرام کا متفقہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور مائی حواء علیہا السلام کو پیدا کرنے کے بعد جنت ہی میں ٹھہرایا تھا۔ یہ جنت کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:’’وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ‘‘ (سورۃ البقرۃ/ 35) یعنی اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔

قدریہ اور معتزلہ جیسے گمراہ فرقوں کا کہنا ہے کہ بروقت جنت کا وجود نہیں ہے بلکہ جنت کو اللہ تعالیٰ قیامت ہی کے دن پیدا فرمائے گا، لیکن یہ نظریہ سابقہ دلائل قاطعہ اور براہین قویہ کی بناء پر باطل اور گمراہ کن قرار پاتا ہے۔

جنت کا جائے وقوع: کتاب وسنت کے نصوص سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ جنت ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:’’اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ‘‘ (سورۃ المطففین/ 18) یعنی نیکوں کی کتاب علیین میں ہوگی۔

علیون کی تفسیر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ جنت کا نام ہے اور ایک قول کے مطابق یہ ساتویں آسمان پر عرش تلے ایک جگہ کا نام ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر بغوی ۴/۴۶۰، تفسیر ابن کثیر ۲/۴۸۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر عرش کے نیچے ہے۔ ارشاد فرمایا:’’فاذا سألتم الله فاسألوه الفردوس فانه أوسط الجنة و أعلى الجنة و فوقه عرش الرحمن ومنه تفجر أنهار الجنة‘‘ یعنی جب اللہ سے دعا کرو تو اس سے جنت فردوس کے لئے دعا کرو۔ اس لئے کہ وہ سب سے بہتر اور بلند جنت ہے۔ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ (صحیح بخاری/ 2637، صحیح مسلم مع النووی ۲/۵۷۲)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بقول: ان الجنة فى السماء وان النار فى الأرض یعنی جنت آسمان میں ہے اور جہنم زمین میں۔ (مستدرک حاکم/ 8698، اسے حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔)

جنت کے دروازے: صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:’’ما منكم من أحد يتوضأ فيسبغ الوضوء ثم يقول(أشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريک و أشهد أن محمدا عبده ورسوله) الا فتحت له أبواب الجنة الثمانية، يدخل من أيها شاء‘‘ یعنی تم میں سے جو کوئی بھی اچھی طرح سے وضو کرتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے:’’أشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريک له و أشهد أن محمدا عبده و رسوله‘‘ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازیں کھول دیئے جائیں گے۔ وہ جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم/ 234)

اسی طرح سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’فى الجنة ثمانية أبواب فيها باب يسمى الريان

لایدخلہ الا الصائمون'' یعنی جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اس کے ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے جس سے صرف روزہ دار حضرات ہی داخل ہوں گے۔

بعض خوش نصیب حضرات ایسے بھی ہوں گے جنہیں جنت کے آٹھوں دروازوں سے داخلے کا فضل وشرف حاصل ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من أنفق زوجين في سبيل الله نودى من أبواب الجنة: ياعبدالله! هذا خير، فمن كان من أهل الصلاة دعي من باب الصلاة، و من كان من أهل الجهاد دعي من باب الجهاد، ومن كان من أهل الصيام دعي من باب الريان ومن كان من أهل الصدقة دعي من باب الصدقة فقال أبوبكر بأبي أنت و أمي يا رسول الله، ما على من دعي من تلك الأبواب من ضرورة، فهل يدعى أحد من تلك الأبواب كلها، قال: نعم، و أرجو أن تكون منهم یعنی جس نے اللہ کی راہ میں دو جوڑے خرچ کئے اسے جنت کے دروازے سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ بہتر ہے۔ جو نمازی ہوگا اسے باب الصلاۃ سے پکارا جائے گا، جو مجاہد ہوگا اسے باب جہاد سے پکارا جائے گا، جو روزہ دار ہوگا اسے باب ریان سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ وخیرات کرنے والا ہوگا اسے باب صدقہ سے آواز دیا جائے گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ان تمام دروازوں سے کسی کا بلایا جانا آسان تو نہیں لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میری امید ہے کہ تم بھی ان لوگوں میں سے ہوگے۔ (صحیح بخاری/ 1897)

جنت کے بعض اسماء: کتاب وسنت کی ورق گردانی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ درج ذیل سطور میں جنت کے بعض اسماء ذکر کئے جارہے ہیں:

۱- جنت: یہ اس منزل، لذت وسرخروئی، مسرت وآنکھ کی ٹھنڈک اور اس کی جنتوں کا عام نام ہے۔ یہ لفظ قرآن پاک میں بصیغہ واحد 66 بار اور بصیغہ جمع 69/ بار وارد ہوا ہے۔

اس لفظ کی اصل ستر اور تغطیہ ہے جس کے معنی ڈھانکنے اور چھپانے کے ہیں۔ اسی لئے ماں کے پیٹ میں موجود بچے کو جنین کہتے ہیں کیونکہ وہ بچہ ماں کے شکم میں چھپا ہوتا ہے۔ اسی طرح سے باغیچہ کو بھی جنت کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اندر درختوں اور برگ وبار کو چھپائے ہوتا ہے۔

جنت کو بھی جنت اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ خود جنت اور اس میں موجود نعمتیں ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔

۲- دار السلام: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: ''لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ '' (سورة الانعام/ 127) یعنی ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔

جنت کو دار السلام اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جنت ہر طرح کی آفت ومصیبت سے سلامتی کا گھر ہے۔ (حادی الأرواح لابن قیم الجوزیة/ 133)

۳- دار الخلد: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ''. (سورة هود/ 108) یعنی وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان وزمین برقرار رہیں سوائے اس وقت کے جو تمہارا رب چاہے۔ یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: ''اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ'' (سورة ق/ 34) یعنی تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

مزید فرمایا: ''اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ'' (سورة ص/ 54) یعنی بے شک روزیاں (خاص) ہمارا عطیہ ہیں جن کا کبھی خاتمہ ہی نہیں۔

جنت کو دار الخلد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جنتیوں کو جنت سے کبھی کوچ نہ کرنا ہوگا۔

٤- دار المقامة (دائمی اقامت کا گھر): اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ'' (سورة فاطر/ 35) یعنی جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں اتارا جہاں نہ ہم کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔

٥- جنة المأوى: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى'' (سورة النجم/ 15) یعنی اس کے پاس جنۃ الماویٰ ہے۔

٦- جنة عدن/ ہمیشہ رہنے والے باغات: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا'' (سورة مريم/ 61) یعنی ہمیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ بیشک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہی ہے۔

۷- فردوس: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ '' (سورة المؤمنون/ 11-10) یعنی یہی وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

فردوس اس باغ کو کہتے ہیں جس میں باغیچہ میں پائی جانے والی تمام چیزیں موجود ہوں۔ (القاموس المحیط ص/ 725)

۸- جنات النعیم/ نعمت بھرے باغات: ارشاد باری تعالیٰ

ہے: ’اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ ‘‘(سورة لقمان/ 8) یعنی بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کام بھی نیک (مطابق سنت) کئے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔

۹- المقام الأمین/ جائے امن و سکون: فرمان الٰہی ہے: ’’اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ مَقَامٍ اَمِیۡنٍ‘‘ (سورة الدخان/ 51) یعنی بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن چین کی جگہ میں ہوں گے۔

۱۰- مقعد صدق/ عزت کی منزل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ‘‘ (سورة القمر/ 54-55) یعنی یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔ راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

یہ جنت کے مشہور اسماء ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے ایسے نام ہیں جو کہ قرآن مجید اور سنت نبویہ میں وارد ہیں جن میں سے طوبیٰ اور حسنیٰ وغیرہ جیسے نام ہیں۔

جنت کی بعض صفات:

جنت کی وسعت اور کشادگی: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ’’وَسَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ‘‘ (سورة آل عمران/ 133) یعنی اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

نیز دوسری جگہ فرمایا: ’’وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّمُلۡكًا كَبِیۡرًا‘‘ (سورة الدھر/ 20) یعنی تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا۔

ان آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی وسعت وکشادگی لامحدود ہے۔ علمائے کرام نے کہا ہے کہ جنت کی کم سے کم وسعت زمین اور آسمانوں کی وسعت کے برابر ہے لیکن زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ جنت کی کثرت وسعت کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگا سکتے ہیں جس میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’ان فی الجنة لشجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لایقطعها‘‘ یعنی جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ سوار شخص اس کے سائے میں سو سال تک سفر کرے تب بھی اس کے سائے کو طے نہیں کر سکتا۔ (صحیح بخاری)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جنت میں جانے والے انسان کے بارے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: تجھے جنت میں تمام دنیا سے دس گنا زیادہ ملے گا۔ (صحیح بخاری/ 6571)

جنت کی زمین اور مٹی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مخلوقات کی تخلیق کس چیز سے کی گئی؟ آپ نے فرمایا: ’’پانی سے‘‘۔ پھر میں نے عرض کیا: جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’لبنة من ذهب و لبنة من فضة وملاطها المسک الأذفر وحصباؤها اللؤلؤ والیاقوت و تربتها الزعفران‘‘ یعنی ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک سونے کی، اس کا گارا مشک اذفر کا ہے، ہیرے اور جواہرات اس کے کنکر ہیں، اس کی مٹی زعفران ہے۔ (سنن ترمذی/ 2526، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح الترغیب والترهیب/ 3711 اور سلسلة الأحادیث الصحیحة 2/ 692 میں حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔)

اسی طرح سے حدیث معراج میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جنت کی مٹی کے بارے میں منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’ثم دخلت الجنة فاذا فیها حبائل اللؤلؤ واذا ترابها المسک‘‘ یعنی اس کے بعد جنت میں گیا تو دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔ (صحیح بخاری/ 349، صحیح مسلم/ 163)

جنت کی نہریں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِیۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ فِیۡهَاۤ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ غَیۡرِ اٰسِنٍ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ یَتَغَیَّرۡ طَعۡمُهٗ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیۡنَ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّی وَلَهُمۡ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ كَمَنۡ هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوۡا مَآءً حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ‘‘ (سورة محمد/ ۱۵) یعنی اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا، اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے، کیا یہ مثل اس کے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

جنت میں شہد، دودھ، پانی اور شراب کے دریا ہوں گے۔ حکیم بن معاویہ نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ’’ان فی الجنة بحر الماء و بحر العسل و بحر اللبن و بحر الخمر ثم تشقق الأنهار بعد‘‘ یعنی جنت میں دودھ کا دریا، پانی کا دریا، شہد کا دریا اور شراب کا دریا ہے اور پھر بعد میں ان سے نہریں نکلتی ہیں۔ (سنن ترمذی/ 2571)

سیحان وجیحان اور نیل وفرات جنت کی نہریں ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سیحان و جیحان والفرات

والنیل کل من أنهار الجنة ''یعنی سیحان وجیحان اور فرات ونیل جنت کی نہریں ہیں۔(صحیح مسلم/2839)

بعض حدیثوں میں یہ بھی وارد ہے کہ حوض کوثر بھی جنت کی ایک نہر ہے۔اسی طرح سے حدیثوں میں مزید ایک نہر کا تذکرہ ملتا ہے جس کا نام نہر حیات ہے۔اس کا پانی جہنم سے نکالے جانے والوں پر ڈالا جائے گا تو وہ دوبارہ بیج کی طرح نکل پڑیں گے۔

گویا جنت کی نہریں صاف شفاف شہد اور بہتے ہوئے پانی کی ہیں، وہ دنیاوی مشروبات سے حد درجہ لذیذ اور خوشنما ہیں، جنت میں دودھ کی نہریں ہیں لیکن جنت کے دودھ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ دنیاوی دودھ کے برخلاف وہ کبھی خراب نہیں ہوگا۔ آپ اس نہر سے پئیں گے تو احساس یہ ہوگا کہ اسے ابھی دوہا گیا ہے۔جنت میں شراب کی جو نہر ہوگی، وہ شراب، دنیاوی شراب سے یکسر مختلف ہوگی۔اس کے پینے سے انسانی ذہن ودماغ پر کسی طرح کا فتور واقع نہیں ہوگا۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ " لا یصدعون عنها ولا ینزفون"(سورة الواقعة/ ١٩) یعنی جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے۔

جنت کے چشمے: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:"اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ"(سورة المرسلات/ 41) یعنی بے شک پرہیز گار لوگ سایوں میں ہیں اور بہتے چشموں میں۔

جنت کے چشموں کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ اہل جنت انہیں جدھر چاہیں گے نکال کر لے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:" اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا‎ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا " (سورة الدهر/ ٥-٦) یعنی بے شک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے۔جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے۔

جنت کے بعض چشمے فواروں کی طرح ابل رہے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"فیهما عینان نضاختان"(سورة الرحمن/ 66) یعنی اس میں دو جوش سے ابلنے والے چشمے ہیں۔

قرآن پاک میں جنت کے کچھ چشموں کے نام بھی وارد ہوئے ہیں جن میں سلسبیل، کافور اور تسنیم اہم اور قابل ذکر ہیں۔

جنت کے محلات: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ". (سورة الزمر/ ٢٠) یعنی ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بالاخانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالاخانے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔رب کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:"اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا"(سورة الفرقان/ 75) یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند وبالے بالاخانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"ان فی الجنة لغرفا تری ظهورها من بطونها و بطونها من ظهورها" یعنی جنت میں ایسے بالاخانے ہیں کہ ان کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ایک اعرابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ بالاخانے کن لوگوں کے لئے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا:"هی لمن أطاب الکلام و أطعم الطعام و أدام الصیام صلی باللیل و الناس نیام" یعنی یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو پاکیزہ گفتگو کرے، کھانا کھلائے، روزے کا اہتمام کرے اور لوگ رات میں سوئے ہوئے ہوں تو وہ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھے۔(سنن ترمذی/ 2527، مسند احمد/١٥٥، اسے شیخ شعیب ارناؤوط نے حسن قرار دیا ہے۔)

اسی طرح سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ان أهل الجنة لیتراءون الغرفة فی الجنة کما تراءون الکوکب فی السماء" یعنی اہل جنت، جنت میں بالاخانوں کو یوں دیکھیں گے جیسے تم آسمان میں موجود ستاروں کو دیکھتے ہو۔(صحیح بخاری/ 6555، 6556، صحیح مسلم/ 1830، 1831)

جنت کے خیمے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ"(سورة الرحمن/ 72) یعنی گوری رنگت کی حوریں جنت میں رہنے والیاں ہیں۔

اسی طرح سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ان للمؤمن فی الجنة لخیمة من لؤلؤة واحدة مجوفة طولها ستون میلا فی السماء للمؤمن فیها أهلون یطوف علیهم المؤمن فلا یری بعضهم بعضا" یعنی مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک خولدار موتی سے بنا ہوگا۔اس کی لمبائی آسمان میں ساٹھ میل ہوگا۔اس خیمے میں مومن کے اہل وعیال ہوں گے۔وہ ان کے پاس جائے گا لیکن وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکیں گے۔(صحیح بخاری/ 4879، صحیح مسلم/ 2838)

اہل جنت کے بستر: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" مُتَّكِئِیْنَ عَلٰى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ". (سورة الرحمن/ ٥٤) یعنی جنتی ایسے

بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔

جب استر دبیز ریشم کا ہوگا تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ بستر کتنا خوبصورت ہوگا۔ کیونکہ اوپر کا کپڑا ہمیشہ استر سے بہتر اور عمدہ ہوتا ہے۔

اہل جنت کے برتن: جنت کے برتنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ" (سورۃ الزخرف/۷۱) یعنی ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَا" (سورۃ الدھر/۱۵) یعنی اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے۔

امام طبری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آب خورے چاندی اور شیشے کے ہوں گے یعنی وہ درحقیقت چاندی کے ہوں گے لیکن شیشے کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ یہ نہایت نفیس اور عمدہ ہوں گے، دنیا میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ہے۔

عبداللہ بن قیس اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا: "جنتان من فضة آنیتهما و ما فیهما و جنتان من ذهب آنیتان و ما فیهما" یعنی جنت میں دو باغ چاندی کے بنے ہوں گے، ان کے برتن اور ان میں موجود ساری چیزیں چاندی کی بنی ہوں گی اور دو باغ سونے کے بنے ہوں گے۔ ان کے برتن اور ان میں موجود ساری چیزیں سونے کی ہوں گی۔ (صحیح بخاری/7006، صحیح مسلم/180)

جنت کے کھانے اور پانی کا بیان: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ". (سورۃ الواقعۃ/۲۰-۲۱) یعنی اور ایسے میوے لئے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں۔ اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں۔

نیز فرمایا: "وَّ فَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" (سورۃ الواقعۃ/۳۲-۳۳) یعنی اور بکثرت پھل ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ہی روکے جائیں گے۔

ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا کہ اتنے میں یہودیوں کے علماء میں سے ایک عالم آیا اور پوچھنے لگا: جس روز زمین و آسمان ادل بدل دیئے جائیں گے، اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت لوگ پل صراط کے قریب اندھیرے میں ہوں گے۔ اس عالم نے پھر پوچھا: پل صراط کو سب سے پہلے کون لوگ پار کریں گے؟ آپ نے بتایا: "تنگ دست مہاجرین"۔ یہودی عالم نے پوچھا: جنتی لوگ جب جنت میں جائیں گے تو ان کی خدمت میں سب سے پہلا کون سا تحفہ پیش کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: "مچھلی کے جگر کا گوشت ہوگا"۔ اس نے پھر پوچھا: اس کے بعد اہل جنت کا کھانا کیا ہوگا؟ آپ نے بتایا: اس کے بعد اہل جنت کے لئے جنت میں چرنے والا ایک بیل ذبح کیا جائے گا۔ یہودی عالم نے پوچھا: کھانے کے بعد جنتیوں کے لئے پینے کے لئے کیا دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: "سلسبیل چشمہ کا پانی دیا جائے گا"۔ یہودی عالم نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ (صحیح مسلم/315)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تكون الأرض يوم القيامة خبزة واحدة يكفؤها الجبار بيده كما يكفأ أحدكم خبزته في السفر نزلا لأهل الجنة" یعنی قیامت کے روز زمین ایک روٹی کی شکل میں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں ایسے ویسے الٹ پلٹ فرمائے گا جس طرح سے تم میں سے کوئی شخص سفر میں اپنی روٹی کو ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتا ہے اور اس روٹی سے اہل جنت کے لئے میزبانی ہوگی۔ (صحیح مسلم/2792)

اس کے علاوہ جنت میں شراب، دودھ، شہد اور پانی کی نہریں ہوں گی جس سے اہل جنت پئیں گے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت بے حد ضروری ہے کہ اہل جنت کو کھانے تناول کرنے یا پانی نوش فرمانے کے بعد قضائے حاجت کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ پیشاب پاخانے کے بجائے انہیں ایک کستوری کی خوشبو والا ڈکار آئے گا جس سے کھانا ہضم ہوجائے گا اور پھر وہ دوبارہ کھانے کے لئے تیار ہوجائیں گے جیسا کہ صحیح مسلم/2835 میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

جنت کے درخت اور پھل: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: "وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" (سورۃ الواقعۃ/۲۷-۳۲) یعنی اور داہنے ہاتھ والے، کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔ وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں، اور تہ بتہ کیلوں، اور لمبے لمبے سایوں، اور بہتے ہوئے پانیوں اور بکثرت پھلوں میں جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا" (سورۃ النبا/۳۱-۳۲) یعنی یقیناً پرہیزگار لوگوں کے لئے کامیابی ہے اور باغات اور انگور ہیں۔

مزید فرمایا: "فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ" (سورۃ الرحمن/ 68) یعنی ان دونوں جنتوں میں میوے، کھجور اور انار ہوں گے۔

جنت میں ہر پھل دو طرح کے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ" (سورۃ الرحمن/ 52) یعنی ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کی دو قسمیں ہوں گی۔

اس کے علاوہ بے شمار حدیثوں میں بھی جنت کے درختوں اور پھلوں کے صفات وارد ہیں۔ جنت کی وسعت و کشادگی کے ضمن میں ہم نے دیکھا کہ درختوں کی لمبائی اس

قدر ہوگی کہ اس کے سایے میں شہسوار سو سال چلتا رہے پھر بھی سایہ ختم نہ ہوگا۔ایک روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''انی رأيت الجنة فتناولت منها عنقودا ولو أخذته لأكلتم منه مابقيت الدنيا'' یعنی میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کے ایک خوشے کو پکڑ لیا اور اگر میں اسے پکڑے رکھتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔(صحیح بخاری/748، صحیح مسلم/907)

ایک روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہی کے بارے میں فرمایا کہ اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح تھے اور اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کے مانند تھے۔(صحیح بخاری/3887، صحیح مسلم/162)

انجیر کے تعلق سے حدیثوں میں وارد ہے کہ وہ جنت کا پھل ہے۔ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انجیر کی ایک تھالی پیش کی گئی۔آپ نے فرمایا: کھاؤ۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس سے انجیر کھائی اور فرمایا: اگر میں کسی پھل کے بارے میں کہوں کہ یہ جنت سے نازل ہوا ہے تو یہی وہ پھل ہے کیونکہ جنت کے پھل گھٹلی کے بغیر ہوں گے۔پس کھاؤ۔انجیر بواسیر کو ختم کرتی ہے اور گھٹیا کے لئے مفید ہے۔(اسے امام ابن قیم نے طب نبوی میں روایت کیا ہے۔)

ایک روایت میں ہے کہ کسی اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنت میں انگور کے گچھے کتنے بڑے ہوں گے تو آپ نے فرمایا:''اگر چتکبرہ کوا ایک مہینے تک اڑتا رہے جو نہ تھکے تو وہ اس کا احاطہ نہ کر سکے۔(مسند احمد ۱۸۳/۴، صحیح الترغیب والترھیب/3829، شیخ البانی نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔)

جنت کے درختوں کے تنے سونے کے ہیں۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مافی الجنة شجرة الا و ساقها من ذهب'' یعنی جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔(سنن ترمذی/2534، صحیح الترغیب والترھیب/3732، شیخ البانی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

جنت کے لباس اور زینت: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: '' عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا''.(سورة الدهر/۲۱) یعنی ان کے جسموں پر سبز باریک اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جنتی لوگ بغیر بال، بغیر داڑھی مونچھ، گورے بدن، گھنگھرالے بال اور سرمئی آنکھ والے ہوں گے۔ان کی جوانی ختم ہوگی اور نہ ہی ان کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے۔وہ تیجانی چادر اوڑھے ہوئے ہوں گے اور اس میں موجود موتی مشرق و مغرب کے درمیان خلاء کو روشن کر رہا ہوگا''۔اس حدیث کو امام ترمذی (۲۷۳۵) نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''لو أن رجلا من أهل الجنة اطلع فبدا أساوره لطمس ضوء الشمس كما تطمس الشمس ضوء النجوم'' یعنی اگر کوئی جنتی جھانکے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو وہ سورج کی روشنی کو بالکل ویسے ہی اخذ کر لے گا جیسا کہ سورج ستاروں کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔اس حدیث کو امام ترمذی (۲۷۳۴) نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح سے جہاں جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے اس جگہ تک جنتیوں کو زیور پہنایا جائے گا۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''تبلغ حلية المؤمن حيث يبلغ الوضو''۔یعنی مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔(صحیح مسلم/250)

جنت کا بازار: جنت میں بازار بھی ہوگا جو ہر جمعہ کو لگا کرے گا۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ان في الجنة لسوقا يأتونها كل جمعة فتهب ريح الشمال فتحثو في وجوههم و ثيابهم، فيزدادون حسنا و جمالا، فيرجعون الى أهليهم و قدازدادوا حسنا و جمالا، فيقول لهم أهلوهم: والله لقد ازددتم بعدنا حسنا و جمالا، فيقولون: وأنتم والله لقد ازددتم بعدنا حسنا و جمالا'' یعنی جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کے دن جنتی لوگ آیا کریں گے۔شمال کی طرف سے ایک ہوا چلے گی جس کا گرد و غبار جنتیوں کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گا تو اس سے ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا۔جب وہ پلٹ کر اپنے گھر آئیں گے تو ان کی بیویوں کا حسن و جمال بھی پہلے سے زیادہ ہوگا، بیویاں اپنے شوہروں سے کہیں: واللہ! تمہارا حسن و جمال ہمارے بعد تو اور زیادہ بڑھ گیا۔جنتی لوگ کہیں گے: واللہ! ہمارے بعد تمہارا حسن و جمال بھی پہلے سے مزید بڑھ گیا ہے۔(صحیح مسلم/2833)

جنت کی عورتیں: اللہ تعالیٰ نے جنتی عورتوں کے بارے میں فرمایا ہے:''كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ''(سورة الصافات/۴۹) یعنی وہ چھپائے ہوئے انڈوں کے مثل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ میں جنتی عورتوں کے صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:'' فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ وَمِنْ

دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ "(سورہ رحمن/ ۵۶-۶۲)وہاں (شرمیلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ پس اپنے پالنے والے کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی۔ پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔ پس اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی عورتوں کی خوبصوتی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:"لو أن امرأة من نساء أهل الجنة اطلعت الى الأرض لأضاء ت ما بينهما ولملأت ما بينهما ريحا ولنصيفها على رأسها خير من الدنيا و ما فيها" یعنی اگر جنتی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین میں جھانک دے تو آسمان وزمین کے درمیان روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس میں موجود سبھی چیزوں سے بہتر ہے۔(صحیح بخاری/2796)

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جنت میں حورِعین یکجا ہوتی ہیں اور ایسی عمدہ آواز میں زور زور سے گاتی ہیں کہ اس جیسا عمدہ آواز کسی انسان نے نہیں سنا۔ وہ کہتی ہیں:

نحن الخالدات فلا نبيد ونحن الناعمات فلا نبأس

ونحن الراضيات فلا نسخط طوبى لمن كان لنا وكنا له

ترجمہ: ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی اور ہم ناز ونعمت میں رہنے والی ہیں تکلیف نہیں جھیلتیں

اور ہم اپنے شوہروں سے خوش رہنے والیاں ہیں کبھی ان سے غصہ نہیں ہوں گی، انہیں مبارک باد ہو جو ہمارے لئے ہیں اور جن کے لئے ہم ہیں۔(سنن ترمذی/2564)

جنتی خواتین کے تعلق سے وارد کتاب وسنت کے نصوص کے مطالعہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ جنتی خواتین حسن وجمال اور حسن سیرت دونوں اعتبار سے بے مثال ہوں گی۔ قرآن کریم میں اہل جنت کے لئے پاکیزہ بیویوں اور حسین وجمیل حوروں کا ذکر ملتا ہے۔ بعض اہل علم کے بقول یہ دوطرح کی بیویاں ہوں گی۔ ایک وہ جنہیں قرآن مجید میں بیویاں ہی کہا گیا ہے اور ایک وہ جنہیں قرآن مجید میں حوریں کہا گیا ہے۔ ان حوروں کے ساتھ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کی شادی کریں گے، اس لئے یہ بھی اہل جنت کے لئے بیویاں ہی ہوں گی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:"وَزَوَّجْنٰهُم بِحُوْرٍ عِيْنٍ"(سورۃ الطّور/20) یعنی ہم نے ان کے نکاح گوری چٹی بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کردیئے ہیں۔

جنت کے خادموں اور بچوں کا بیان: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا "(سورۃ الدھر/۱۹) یعنی اوران کے اردگرد ایسے بچے گھومتے پھرتے ہوں گے جو ہمیشہ ہمیش رہیں گے، جنہیں دیکھ کر تم بکھرے ہوئے موتی سمجھو گے۔

نیز فرمایا:"وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ "۔(سورۃ الدھر/۱۹) یعنی اوران کے پاس ایسے لڑکے آمد ورفت کریں گے جو ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ آبخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو۔

نیز فرمایا:" وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ "(سورۃ الطور/۲۴) یعنی اوران کے اردگردان کے نوعمر غلام چل پھر رہے ہوں گے، گویا وہ موتی تھے جوڈھکے رکھے تھے۔ سابقہ قرآنی آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کے خدام ہمیشہ لڑکپن کی عمر میں ہوں گے اور اہل جنت کے خدام موتیوں کی طرح خوبصورت اور دلکش نظر آئیں گے۔

بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ مشرکین کے فوت ہونے والے نابالغ بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں سوال کیا کہ ان کے تو کوئی گناہ نہیں ہوں گے جن کی انہیں سزادی جائے تو کیا وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور نہ ہی ان کی نیکیاں ہوں گی کہ جن کے بدلے وہ جنت کے بادشاہ بن جائیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"هم خدم أهل الجنة" یعنی وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔(اسے ابونعیم اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے)

لیکن یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ جب جنت کی تمام چیزیں جنتیوں سے قریب تر ہوں گی، میوے لٹکے ہوئے ہوں گے، آبخورے رکھے ہوئے ہوں گے اور تکیے صف بستہ لگے ہوئے ہوں گے تو پھر ان خدام کو متعین کرنے کا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ جنتیوں کی عزت افزائی کے طور پر ہوگا کیونکہ ہم شاہان دنیا کو دیکھتے ہیں کہ ان کے پاس سیکڑوں کی تعداد میں خدام ہوتے ہیں حالانکہ انہیں اس تعداد میں خدام کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے۔ لیکن یہ آرام وآسائش اور شان وشوکت کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں، وہی حال جنتیوں کا ہوگا کہ انہیں خدام کی ضرورت تو نہیں ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی کمال اکرام میں خدام کا بندوبست کرے گا۔

یہ رہے جنت کے بعض حسین مناظر جنہیں پڑھ کر یقیناً ہمارے دل میں حصول جنت کے تعلق سے شوق پیدا ہوگا اور یقینی طور پر اس کو پانے کے لئے ہم محنت ولگن کا مظاہرہ کریں گے اور الٰہی احکامات اور نبوی فرامین کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی سے بالکلیہ احتراز کریں گے۔ اللہ ہمیں توفیقات سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

امت محمدیہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی حقوق

سراج احمد آس محمد سلفی

خاتم الانبیاء سید الکونین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ، فضائل ومعجزات اور بعض خصائص کو امت مسلمہ کے علاوہ غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اسلامی شریعت نے ایک دوسرے کے کیا حقوق ہوتے ہیں بالکل واضح کردیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ان کی امت پر کیا ہیں ہر ایک کی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کروں گا امید ہے کہ قارئین کرام کے لیے مفید ہوں گے۔

۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت محمدیہ پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور آخری رسول تسلیم کرے حالانکہ ہر مسلمان کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قول: ”فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ“، یعنی تم اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور اس نور (قرآن مجید) پر بھی جو ہم نے نازل کیا ہے اور تم جو کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (سورہ التغابن آیت ۸)۔

اس عبدیت اور رسالت کے اقرار کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے راوی حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”طوبی لمن رأنی و آمن بی وطوبی سبع مرات لمن لم یرنی و آمن بی“۔ یعنی خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ الصحیحہ للالبانی: ۱۲۴۱

۲-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ سے کی جائے اور محبت کا معیار ایسا ہو کہ اللہ کی مخلوق میں کسی دوسرے سے ایسا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا قول: ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ“۔ آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ (آل عمران: ۳۱)

اپنی محبت کے تعلق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین“۔ یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنی اولاد اپنے والد اور دیگر تمام لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ محبت کرے۔ (بخاری شریف: ۱۵، مسلم شریف: ۴۴)

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا۔ امت محمدیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا حق یہ ہے کہ آپ کی تعظیم کی جائے اور اپنے دل وجان سے آپ کا احترام کیا جائے۔ توقیر وتعظیم کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا: ”لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مت پکارو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے، پکارتے ہو۔ (سورہ النور: ۶۳)

اس سلسلہ میں اللہ کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ”لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبدالله ورسوله“ یعنی میری تعظیم وتکریم میں حد سے تجاوز نہ کرو میں تو محض ایک بندہ ہوں لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔ مزید تفصیل کے لیے صحیح بخاری دیکھئے:

اس حدیث سے آپ کی تعظیم وتوقیر کی بات معلوم ہوتی ہے لیکن تعظیم وتوقیر ایسی نہ ہو جن اختیارات کا مالک اللہ ہو مجھ کو تصور کیا جائے جو حرام ہے۔

۴-اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا۔ امت پر آپ صلی اللہ علیہ کا چوتھا حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا آئیڈیل تصور کیا جائے تمام قول وکردار یہاں تک کہ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی پیروی کی جائے۔

فرمان الٰہی: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا“۔ یعنی تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس بندے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر واذکار کرتا ہو۔ (احزاب: ۲۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے چاہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتے تھے آپ کا ہر فعل صحابہ کرام کے نزدیک بلاتردد قابل عمل

ہوتا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی اس کے بعد آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا انی لن البسه ابدا یعنی اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ چنانچہ لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔(صحیح بخاری:۲۹۸)

۵-اطاعت وفرماں برداری کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حق یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے آپ کی اطاعت میں ذرہ برابر نافرمانی نہیں ہونی چاہئے۔

اللہ کا قول: ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔(سورہ نساء:۸۰)

اس آیت کے اندر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے تعبیر کیا ہے۔

اپنی اطاعت کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی) ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان کے جس نے انکار کیا۔صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، انکار کون کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا۔صحیح بخاری:۷۲۸۰

۶-اختلافی مسائل میں فیصل ماننا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر چھٹا حق یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں آپ کو اور آپ کے احادیث مبارکہ کو فیصل مانا جائے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور ان کے مقابلے میں کسی کی رائے یا کسی کے مسلک کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔

اللہ کا قول ہے: ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا '' پس قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے تمام اختلاف میں آپ کو حاکم وفیصل نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں اس سے وہ دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ محسوس کریں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔(نساء:۶۵)

صحیح بخاری میں ایک حدیث مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلمه ويقبله ۔یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے استلام کیا اور بوسہ دیا یہی ہمارے لیے کافی ہے۔

۷-کثرت سے درود پڑھنا۔امت مسلمہ پر ساتواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا جائے۔

اللہ کا قول: ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا''۔بے شک اللہ تعالیٰ (فرشتے کے سامنے) نبی کی تعریف کرتا ہے اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہو۔(سورہ احزاب:۵۶)

درود کے تعلق سے آپ نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من صلى على واحدة صلى الله عليه بها عشرا ''یعنی جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔(مسلم:۴۰۹)

یہ سات مخصوص حقوق امت محمدیہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جس پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو تمام معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنا لائحہ عمل بنانے اور تمام اختلافی معاملات میں آپ کو فیصل تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	26/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	163/-

مردِ مجاهد فخر جمعیت چلا گیا

بروفاتِ حسرتِ آیات حضرت مولانا عبدالوہاب خلجی رحمہ اللہ

مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا　　وہ پاسبان قصر شریعت چلا گیا
سلفی جگت کا اہل بصیرت چلا گیا　　وہ رونق اجلاس جمعیت چلا گیا
مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا
وہ پاسبانِ قصرِ شریعت چلا گیا

چہرہ حسین قد مناسب آنکھیں آبدار　　ریش مبارک حسن یوسف کی سی تھی بہار
سر پہ کلاہ جیسے فرشتہ ہو تاجدار　　جمعیت کا منارۂ عظمت چلا گیا
مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا
وہ پاسبانِ قصرِ شریعت چلا گیا

ہیرا ملا تھا ایک آخر وہ بھی کھو گیا　　آنسوؤں سے آنکھ وہ سب کی بھگو گیا
تھا زندگی بھر کا تھکا وہ جاکے سوگیا　　وہ پیکر اخلاص و محبت چلا گیا
مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا
وہ پاسبانِ قصرِ شریعت چلا گیا

دورِ نظامت ان کا ایک دورِ بہار تھا　　وہ صاحبِ جود و کرم اور ملنسار تھا
متقی پرہیزگار ، شب گذار تھا　　وہ آن و بان و شانِ جمعیت چلا گیا
مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا
وہ پاسبانِ قصرِ شریعت چلا گیا

حالانکہ آبائی وطن تو صوبۂ پنجاب تھا　　لیکن ہر اک صوبہ متاعِ حب سے آباد تھا
مومنوں کے ہر مکاں میں ان کھلا باب تھا　　ہر دلعزیز قائد ملت چلا گیا
مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا
وہ پاسبانِ قصرِ شریعت چلا گیا

افسوس کہ وہ کچھ بھی نہ کہہ کر چلا گیا　　ہنس ہنس کے سب آلام وہ سہہ کر چلا گیا
دنیا میں اجنبی سادہ رہ کر چلا گیا　　برپا دلوں پہ کر کے قیامت چلا گیا
مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا
وہ پاسبان قصرِ شریعت چلا گیا

روزِ جمعہ ماہِ رجب تاریخ ستائس　　لکھیں جو ہجری سال تو چودہ سو انتالیس
اس سال کو ہم سال غم لکھیں گے اے انیسؔ　　چہروں پہ سب کے چھوڑ کر حسرت چلا گیا
مردِ مجاہد فخر جمعیت چلا گیا
وہ پاسبان قصرِ شریعت چلا گیا

ڈاکٹر عیسیٰ خان انیسؔ

تکبر ایک قبیح عادت

محمد فاروق محمد الیاس سلفی
8354089175

اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے اس کی تعلیمات زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اس نے جہاں اوامر کو بجالانے کا حکم دیا ہے وہیں اس نے منہیات سے اجتناب کا بھی حکم دیا ہے انہیں منہیات میں سے ایک تکبر بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھے اور دوسرے کو حقیر جانے۔ یاد رہے کہ تکبر ایک خطرناک ،گناہ کبیرہ، ابلیس کی خصلت ،کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا شیوہ، انسانی کردار کی خرابی کی اولین علامت، ہر برائی کی جڑ، جہنم میں دخول کا سبب اور اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔ نیز تکبر اس قدر سنگین گناہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر پایا جاتا ہو اور وہ اس سے توبہ کئے بغیر مرجائے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ فرمان رسول ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی اگر تکبر ہوگا تو وہ جنت میں نہیں جاسکتا۔ حدیث کے الفاظ ہیں'' لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من کبر " تکبر کو علماء نے کبیرہ گناہ میں شمار کیا ہے کیونکہ تکبر صرف اللہ کے لئے خاص ہے مخلوق کے لئے تکبر کرنا جائز نہیں ہے حدیث قدسی ہے اللہ فرماتا ہے۔''الکبر ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدامنها قذفته فی النار'' یعنی تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے جو کوئی ان دونوں میں سے کسی کو مجھ سے چھینے گا میں اسے ضرور دوزخ میں جھونکوں گا (متفق علیہ) حق بات کا انکار کرنا دوسروں کو حقیر سمجھنا یہ کبر وغرور کا ایک اہم جزء ہے اور گھمنڈ کے اندر شامل ہے اور گھمنڈ اللہ کو بالکل پسند نہیں۔ جیسا کہ صحیحین کے اندر ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جو اترا کر اپنا کپڑا گھسیٹتا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں''لا ینظر اللہ یوم القیامة الی من جرازاره بطرا''۔

قارئین کرام! ملکوں اور امتوں کی تخریب کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ دن رات سرکشی، طغیانی اور طوفان بدتمیزی میں اپنی زندگی بسر کی اور معبود حقیقی کے ساتھ بندگان خدا کو بھی حقیر اور کمزور جانا اور ناروا سلوک کیا، ایسے مجرموں کا کیا حال ہوا وہ ہمارے سامنے ہے اور باعث عبرت ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کو اللہ نے سمندر کی نذر کر دیا اور قارون نے اپنے مال و دولت پر فخر کیا تو اللہ نے اس کو مع مال دھنسا دیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (سورہ ہود:۱۰۲)

ان سے پہلے دنیا کی متعدد قومیں قوم عاد، قوم نوح، قوم ہود اور قوم لوط سارے عذاب الیم کے شکار ہوئے اور اسی طرح جتنی بھی قوموں نے تکبر کیا تو انھیں عذاب الٰہی سے دوچار ہونا پڑا اور جو تکبر و گھمنڈ کرتا ہے اللہ اس کے تکبر کو توڑ دیتا ہے کبھی فقر و محتاجگی میں مبتلا کر کے، کبھی بیماری دے کر، کبھی دی ہوئی نعمت چھین کر، تکبر وہ جرم عظیم ہے جس کا ارتکاب سب سے پہلے ابلیس نے کیا تھا۔ ابلیس نے تکبر و حسد کی بنا پر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ کے سامنے قیاس فاسد پیش کیا جس کی بنا پر قیامت تک کے لئے مردود و ملعون قرار دے دیا گیا اور جنت سے نکال دیا گیا اس کی تفصیل سورہ اعراف آیت نمبر۱۲ اور۱۳ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اللہ کو تکبر کس قدر ناپسند ہے اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو قیمتی نصیحتیں کی تھیں ان میں ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ ''وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ یعنی لوگوں سے گال پھلا کر نہ ملنا اور زمین پر اکڑ کر مت چلنا کیونکہ اللہ تکبر کرنے والے اور گھمنڈی کو بالکل پسند نہیں فرماتا (لقمان آیت نمبر۱۸) یہی نہیں بلکہ تکبر کا مرتکب ذلت و رسوائی کا مستحق قرار پاتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ یعنی اسی طرح اللہ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔(سورہ مومن:۳۵)

محترم قارئین! تکبر دراصل اپنے آپ میں بڑا بننے اور خود پرستی کا شکار ہونے کا نام ہے۔ علماء نے اس کی تعبیر، حق کو دبانے اور لوگوں پر ظلم ڈھانے سے کی ہے۔ تکبر کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تکبر وہ ہے جو ایک فرد (مرد ہو یا عورت) سماج کے دوسرے افراد کے تئیں اختیار کرتا ہے۔ دوسری قسم کا تکبر وہ ہے جو ایک جماعت کا دوسری جماعت کے مقابلہ میں ہوتا ہے جبکہ تکبر کی ایک تیسری صورت وہ ہے جو قوموں کے آپسی چپقلش اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ یاد رہے زمین پر اکڑ کر چلنا فخر و غرور کا مظاہرہ کرنا، اپنے حسن وجمال، خوبصورت لباس، حسب ونسب، مال و دولت، قوت وحکومت اور علم و زہد کی بنا پر خود پسندی میں مبتلا ہونا، یہ سب بھی تکبر کی شکلیں ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس! آج ہمارے مسلم سماج و معاشرے میں تکبر کی یہ بری

خصلت بڑی تیزی سے پھیلتی ہوئی نظر آرہی ہے۔آج کسی کو اپنی دولت کا گھمنڈ ہے تو کسی کو عہدے اور اپنے حسن وجمال پر ناز ہے کوئی اپنے علم کے غرور میں چور ہے تو کسی کو اپنی دینداری، تقویٰ شعاری پر گھمنڈ ہے، اسی فخر وغرور اور تکبر کے سایہ تلے آج بہت سے امراء، سرمایہ دار حضرات غریب ومفلس اور کمزور طبقہ کے لوگوں کو حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنی سربلندی وسرفرازی کا اظہار کرتے ہیں اوران کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں بہت سے لوگ کبر وغرور کی وجہ سے مزدور کی مزدوری ہڑپ کرجاتے ہیں پڑوسی کی زمین پر قبضہ جمالیتے ہیں، غریب کی دعوت کو ٹھکرادیتے ہیں بلکہ غریب کی دعوت میں شرکت کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں یہی نہیں بلکہ آج حال یہ ہے کہ ماتحتوں کو حقیر سمجھتا ہے اور انھیں معمولی سمجھ کر کم تنخواہوں پر رکھ کر بات بات پر ڈانٹتا ہے معمولی غلطی پر سرزنش کرتا ہے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا یا ایک ساتھ سفر کرنے کو اپنی بے عزتی سمجھتا ہے۔ یاد رکھئے جو لوگ اپنے منصب ،عہدے، دولت اور علم پر گھمنڈ کرتے ہیں انھیں اتنا ضرور سوچ لینا چاہیے کہ یہ تکبر وگھمنڈ اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ یہ فرعون، ہامان اور نمرود کی روش ہے۔ یہ شیطان ملعون کی عادت ہے۔ یہ ابوجہل اور ابولہب کا طریقہ ہے۔ ہمارے رسول ﷺ کی حیات طیبہ دیکھئے آپ کے صحابہ کرام کی سیرت پڑھئے، یہ لوگ تکبر سے کوسوں دور اور تواضع کے پیکر تھے حالانکہ یہ لوگ علم وعمل کے پابند تھے، تقویٰ اور خداترسی میں بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ تھے۔ جب ان مقدس ہستیوں نے غرور اور گھمنڈ سے کام نہیں لیا کبھی کسی بات پر تکبر کا اظہار نہیں کیا تو پھر بعد میں آنے والے لوگوں کو یہ حق کہاں سے حاصل ہوگیا کہ وہ اپنے علم، عہدے ومنصب، مال ودولت تقویٰ ودینداری اور اپنے حسن وجمال پر گھمنڈ کریں۔

مذہب اسلام نے تکبر کے مقابلے میں تواضع پر بہت زور دیا ہے یعنی انسان اپنے آپ کو حقیر جانے، کمتر سمجھے اور یہ تواضع اگر صحیح معنوں میں انسان کے اندر پیدا ہوجائے تو ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ بلندی سے نوازتا ہے ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں ’’من تواضع لله رفعه الله ‘‘یعنی جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلندی دیتا ہے لہٰذا اگر کوئی مالدار یا صاحب حیثیت یا کسی کمپنی یا ادارہ کا کوئی ذمہ دار لوگوں پر اپنی بڑائی جتلاتا ہے کمزور لوگوں اور عام پبلک کو حقیر ومعمولی سمجھتا ہے ان کے حقوق سے پہلوتہی کرتا ہے ان سے ملنے سے کتراتا ہے اوران کی باتوں پر دھیان نہیں دیتا تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ ان فریب خوردہ اور تکبر زدہ لوگوں میں سے ہے جو حقوق وعمل کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور ضرورت مندوں پر اپنے دروازے بند رکھتے ہیں اللہ ہم سب کو تکبر وگھمنڈ سے بچائے اور تواضع وانکساری کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر وناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر یا ناظم کا، ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن ’’جریدہ ترجمان‘‘ نیز ماہنامہ اصلاح سماج (ہندی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان واصلاح سماج کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

نمونہ فارم مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

دفتر
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶
فون:۲۳۲۷۳۴۰۷ فیکس:۲۳۲۴۶۶۱۳

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

فارم درخواست مقابلۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم
سال:۱۴۳۹ھ-۲۰۱۸ء

۱-پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد-ایک چپکائیں ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲-چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:..........................ولدیت:..........................لقب:..........................پیشہ:..........................

مقام عمل:..........................تاریخ پیدائش:(تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:..........................لفظوں میں:..........................

منسلکہ تعلیمی اسناد:..........................مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):..........................

فون:..........................مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):..........................فون:..........................

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام و پتہ:..........................

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)..........................

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:..........................

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:..........................

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:..........................

۱:-مکمل حفظ قرآن	۲:-بیس پارے	۳:-دس پارے
۴:-پانچ پارے	۵:-ناظرہ قرآن کامل	۶:-ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:..........................

آپ کس اصول قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)..........................

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازماً منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:..........................

اقرارنامہ:

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:..........................دستخط:..........................تاریخ:..........................

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:..........................منصب:..........................تصدیق کنندہ کے دستخط:..........................تاریخ:..........................

ادارہ/تنظیم:..........................مہر:..........................

برائے دفتری امور

۱-یہ درخواست مؤرخہ..........................کو موصول ہوئی۔

وصول کنندہ کے دستخط:..........................

۲-برائے زمرہ:..........................۳-درخواست منظور/نامنظور:..........................

۴-نامنظوری کی وجہ:..........................

دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:..........................

ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

اٹھارہواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بمقام: D-254، اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، نیو دہلی، ۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 25/جولائی 2018ء

اغراض ومقاصد

☆مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پرعمل پیراہونے کی ترغیب دینا☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا☆

☆مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاوآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا☆

☆حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا☆

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ●

● ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادر ونایاب موقعہ

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۲۸/جولائی ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ☆امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

اہم وضاحت: اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے چار روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

☆ زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں حفظ کررہے طلبہ کو شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ نقدانعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے
نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم بذات خود ڈاک ٹکٹ بھیج کر دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع چار روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۶۰ روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کرکے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہر روز (علاوہ اتوار) شام ۴/بجے سے ۶/بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

درخواست فارم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org پر دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 فیکس: 011-23246613 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

(تیسری اور آخری قسط)

شہر میں اِک چَراغ تھا، نہ رہا

ڈاکٹر محمد آدم
اسسٹنٹ پروفیسر (عارضی) شعبۂ اردو
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

(مولانا ڈاکٹر محمد طاہر ندوی سلفی مدنی)

والد صاحب میری والدہ عائشہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے، انہیں ہر لمحہ یاد رکھتے، جب بھی میں دہلی سے آنے والا ہوتا اور پوچھتا کیا کیا لے کر آؤں تو فرماتے اپنی والدہ کے لیے جو جو ملے لیتے آنا میرے لیے کچھ بھی نہیں۔ جب باحیات تھیں تو ہمیشہ اس بات کے لیے فکرمند رہتے کہ میرے بعد تمہاری والدہ کا کیا ہوگا۔لیکن والدہ، والد صاحب سے آٹھ ماہ تیرہ دن پہلے ہی داغ مفارقت دے گئیں، اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور جنت کے آٹھوں دروازوں سے داخلے کا پروانہ عطا کرے آمین۔

آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

والد محترم والدہ کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے رہتے۔انتقال سے صرف بائیس دن قبل میرے چھوٹے بھائی محمد غازی کو رخصت کرتے ہوئے فرمارہے تھے بیٹے تمہاری ماں چلی گئی میں بھی نہیں رہوں گا، لیکن اللہ حی وقیوم ہے، اس سے رشتہ رکھو ہمیشہ خوش رہوگے۔ ہماری آمد کا انہیں شدت سے انتظار رہتا۔ہم جب بھی فون کرتے والدہ کے اس سوال کا سامنا کرنا پڑتا ''بابو گھر کب آؤ گے''۔ جب بھی ہم سفر کے لیے نکلتے والد صاحب متعدد بار کال کر کے خیریت پوچھتے اور بہت سی دعائیں دیتے رہتے۔ ہمارے گھر پہنچنے تک کھانے پہ انتظار کرتے۔

ع کس کو اب ہوگا وطن میں آہ میرا انتظار

میری والدہ کمال کی خاتون تھیں گویا اپنے عہد کی آخری عورت، اتنے کمالات کم خواتین میں ایک ساتھ یکجا ہوا کرتے ہیں، وہ بھی والد صاحب سے بے پناہ محبت کرتیں۔ جب ان کے آخری دنوں میں ہوش بھی کم ہی تھا اس حالت میں بھی والد صاحب کا کہا نہیں ٹالتی تھیں اور دعا کے علاوہ اکثر ایک جملہ ان کی زبان پر ہوتا ''اللہ اپنا، کوئی نہ اپنا''۔ یا یہ شعر:

بندگی کرتے رہو تا زندگی تا کہ محشر میں نہ ہو شرمندگی

یا یہ مصرع زندگی بے بندگی شرمندگی

میری ماں پورے گاؤں اور محلے کی ہمدرد تھیں۔ مسلم غیر مسلم ہر طرح اور ہر قماش کی خواتین والدہ کے پاس آکر خانگی امور کا درس لیتیں۔ان کی شفقت ہر کس وناکس پر ابرکرم کی طرح برستی۔سب کا دکھ درد بھانپ لیتیں اور ہر پیشے اور میدان کے مرد وعورت سے اس کے مرتبے کے مطابق معاملہ کرتیں۔ والد محترم انہیں ہوم منسٹر کہا کرتے، ان کے پردے نے ان کے رعب ووجاہت میں مزید اضافہ کردیا تھا۔ مزدور، خوانچہ فروش، سبزی والی، مچھلی والی، تربوز اور پھونٹ والی، چوڑی ہارن، دفالن، قریب و دور کے پڑوسی، دوسرے گاؤں کی امیر وغریب عورتیں، ننہالی اور دادیہالی خواتین سب ان سے فیض اٹھاتیں، وہ سب کی فکر میں رہتیں اور سب کو محبتوں اور عطیات سے نوازتیں۔ کیا شان تھی ان کی۔ میرے نانا اختر صاحب جو زمیندار اور تقریباً نواب تھے، نفاست، وقار اور غریب پروری ان کا چہرہ تھا، نانی آمنہ! وہ تو جیسے گاؤں کی حکیم تھیں پورا گاؤں ان خواتین کی عظمت ونیکی کا گواہ تھا۔ ان دونفوس کی خوبیاں والدہ کے اندر جمع ہوگئی تھیں۔ پھر میرے والد عالم باعمل تھے ان کی شخصیت کی نیکی، مہمان نوازی، دینی حمیت، لوگوں سے بلاتفریق مذہب وملت، محبت اور خلوص نے بھی والدہ کو مزید باوضع، باکردار، دیندار، غریب پرور اور ہر دل عزیزی کا رتبہ عطا کیا تھا۔ ذہنی طور سے کمزور سمجھی جانے والی خواتین بھی والدہ سے بے پناہ محبت پاتیں اور ان سے گھنٹوں گفتگو کرتیں، رات کے کسی بھی پہر میں کوئی مہمان آجائے تو اٹھ کر اس کے لیے ایک سے ایک کھانا تیار کرتیں، عمدہ کھانے والی اور لذیذ ترین کھانا پکانے والی میری ماں بہت تھوڑے وقت میں کباب، سالن اور مچھلی کی کئی اقسام تیار کرلیتیں۔ دنیا بھر سے لوگ آئے اور ان کے تیار کردہ کھانے جس نے بھی چکھے اپنی انگلیاں چاٹتے رہ گئے۔ مختلف اقسام کے اچار تو ایسا مزے کا تیار کرتیں کہ ان کے بعد میں نے اچار کھانا ہی چھوڑ دیا۔ والدہ کو اللہ سے کیا تعلق تھا اس کا اندازہ مجھ سے ان کی آخری گفتگو سے لگایا جاسکتا ہے، جب میں نے پوچھا امی! امی نانی کے یہاں جائیں گی؟ بولیں نہیں۔ پھر میں نے پوچھا آوا پور یعنی میرے دادیہال؟ کہنے لگیں نہیں میں نے پوچھا مکہ جائیں گی؟ کہنے لگیں لے چل نہ! لے چل اور ان کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

والد صاحب اکثر اپنی پلیٹ خود دھوتے اور بچوں کو بھی تلقین کرتے، کتنی بار میں نے دیکھا کہ خود سے جھاڑو لگا رہے ہیں، گھریلو کام میں ہاتھ بٹا رہے ہیں اور پھر بڑی مشکل سے والدہ ان کو روک پاتیں۔ میں نے اپنے والدین کو کبھی بھی کسی دینی کام میں رکاوٹ بنتے نہیں دیکھا۔ میری والدہ کو کتنا بھی ضروری کام کیوں نہ ہو اگر ان سے کہہ دیتا کہ نماز کے لیے جا رہا ہوں تو کہتیں جاؤ پہلے نماز ادا کرو۔

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مِرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپادِین وڈُنیا کا سبق تیری حیات

میں اپنے بچپن میں کئی دفعہ فیل ہوا،حتی کہ تمام مضامین میں بھی فیل ہوالیکن کبھی میں نے اپنے والدین کے ماتھے پرشکن نہیں دیکھی لیکن اگرنماز چھوڑدی! تووالدصاحب نے جوتے سے خبرلی۔ ہرملنے والے کونمازقائم کرنے کی نصیحت کرتے۔میں نے اپنے والدین کوآپس میں کبھی لڑتے نہیں دیکھا۔ایک کچھ کہتا یاکسی بات پرناراض ہوتا تو دوسرااسے خاموشی سے سن کرمحبت ومذاق کاکوئی جملہ اداکرتااوراس طرح ماحول خوش گوار ہی رہتا۔والد کی زندگی میں امی جان ہی ہمارے گھرکی بینک مینیجرتھیں اس دوران بڑی بہن صادقہ، بہن ناجیہ، سامیہ، عالیہ اور پھرمریم ایک ایک کرکے والدصاحب کے خزانوں کی نگراں اورامین رہیں،نہ جانے کتنی اقسام کے فنڈ ہواکرتے،اللہ کے فضل سے ان امانتوں کے معاملے میں والدصاحب ہی نہیں بلکہ تمام اہل خانہ میں سے کسی کوکبھی ان سے کوئی شکایت نہ ہوئی۔یہ دراصل والدصاحب کا اپنی بیٹیوں کی تربیت کاایک بہترین طریقہ بھی تھا۔

والدصاحب جب مدرسے سے واپس آتے تواکثروالدہ سے پوچھتے کس کا انتظارکررہی ہیں!۔والدہ مسکراکرکہتیں آپ کااورکس کا!۔موسمی پھل کے زمانوں میں پوراگھرپھلوں سے بھردیتے۔انہیں پھلدارپیڑپودے لگانے کابہت شوق تھا۔ان کے لگائے ہوئے کتنے ہی پیڑہیں جوزمانے سے مسافروں کوشکم سیرکررہے ہیں۔

پھیری والے،سبزی والیاں،فقراءمساکین سب سے الفت ومحبت کامعاملہ کرتے ہرقماش اورہرمرتبے کے افراد سے حسن سلوک کرتے ہوئے اس کے مراتب کاخیال رکھتے۔اگرہم میں سے کوئی غرباءمساکین کے مرتبے کاخیال نہ رکھ پاتا تواس سے معافی منگواتے اوراگران کولگتاکہ یہ کافی نہیں توجب بھی وہ واقعہ یادآتا توکہتے فلاں شخص کے حق میں دعاکرو۔دربھنگہ کی ایک روایت ہے کہ سبزیاں اورمچھلی عموماً خواتین ہی بیچتی ہیں۔سبزیاں مسلمان خواتین جوراعین برادری سے تعلق رکھتی ہیں، بے حدایماندار اورغریب،والدصاحب شہرکے مضافات میں مختلف قصبات کے ساتھ ان کے قصبات کوجاتے اوران کی مساجد میں تقریرکرتے،ان کے بچوں کوتعلیم کی جانب راغب کرتے۔ بہرحال یہ خواتین ہوتی بے حدایماندارہیں،سوداہمیشہ جھکتاہواتولتی ہیں،جبکہ ملاح خواتین مچھلی اورپھل وغیرہ فروخت کرتی ہیں۔جھکتاہواوہ بھی تولتی ہیں لیکن ڈھائی سوگرام کم۔جب وہ عورتیں گذرتیں تووالدصاحب انھیں سے سودا خریدتے،ہم کہتے ابوجان گھرمیں سب کچھ توموجودہےلیکن پھربھی آپ ان سے سبزی اورپھل خریدتے ہیں وہ کہتے غریب ہیں لےلو۔مول بھاؤبھی کرتے،انہیں نماز کی تلقین اوربچوں کوتعلیم دلانے کی ہدایت کرتے۔اگرکوئی اپنی بیٹی کولےکرسبزی بیچنے کے لیے نکلتی تواس کواس عمل سے روکنے کی کوشش کرتے اوراس کی جلدشادی کامشورہ دیتے۔

ایک فقیرصدابلندکرتے ہوئے کہتا!۔۔۔اللہ حویلی کوآبادرکھے۔۔۔خدا کی رحمت۔۔۔اس فقیرکے بارے میں مشہورتھاکہ وہ بہت امیرہےوالدصاحب کے پاس آتااورکہتااوبادشاہ اللہ حویلی کوآبادرکھے۔والدصاحب اسے ایک روپیہ نکال کردیتے ،وہ کسی بھی شخص سے ایک روپے سے کم نہیں لیتاتھاجب کہ ان دنوں فقراءکوپانچ پیسے اوردس پیسے ملاکرتے تھے۔ایک دفعہ جب ہم نے اس کی وجہ پوچھی توفرمانے لگے کہ امام مالک کے پاس ایک فقیرآیا۔امام صاحبؒ نے اسے ایک دینار دیالوگوں نے اعتراضاً کہاآپ اسے ایک دینار دیتے ہیں، یہ گوشت کھاتا ہے اورآپ کو دال پرگذرکرنی پڑتی ہے۔امام صاحب نے اسے بلابھیجااورفرمایااسے ایک دیناراوردو، مجھے لگاوہ دال روٹی کھاتاہے،اس کے بعدوالدمحترم نے وضاحت فرمائی کہ کھلانے والا اللہ ہے۔پھرکون کیاکھائےگاتم کیوں متعین کرناچاہتے ہو۔تمہاراکام دیناہےدو۔ اورقرآن کی آیت وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (10)سورۃ الضحی کی تلاوت فرمائی۔ترجمہ:آپ مانگنےوالےکونہ جھڑکئے۔

رمضان کا اہتمام رمضان کی آمد سے قبل کرتے اورافطارہرصورت میں مسجدمیں ہی کرتے اوردوسروں کوبھی سختی سے اس کی تلقین کرتے۔کہتے نماز پڑھنا بھی آسان اورمسافروں کے لیےافطارکاانتظام بھی۔بھلاگھرمیں کیاخیر۔جب تک صحت مندرہے ہمیشہ اعتکاف کرتے رہےاوراپنےبچوں کوبھی کرواتے رہے۔

تعلیم وتعلم ایک ایساعمل ہےجس میں ایک استاذکےلیے مطالعہ بہت اہم ہوتا ہےجس کے بغیرطلبہ کی ذہنی آبیاری ممکن نہیں۔میرے والدچونکہ میرےاستاذبھی تھے اس لیے میں نےخوددیکھاہےاوربہتوں نےمجھے بتایاکہ وہ بہت محنت سےاوربہترین ڈھنگ سے پڑھاتے تھے۔تلفظ کی درستگی پربہت زوررہتا۔ان کا اچھا خاصا وقت مطالعہ پرصرف ہوتاتھا۔بنیادی طورپرعلم تفسیراورحدیث کے استاذ تھے۔چار پانچ تفاسیرمطالعہ کرکے پڑھاتے تھے۔دارالعلوم کے اساتذہ کا بیان ہے کہ مدرسہ احمدیہ سلفیہ میں ان سے بہترتفسیرقرآن کوئی نہیں پڑھاتا تھا۔وہ اپنی طرف سے زیادہ باتیں کرنے کے بجائے قرآن وسنت،صحابہ اورمفسرین کے اقوال ہی کوزیادہ پیش کرتے۔ہرچھوٹی اوربڑی غلطی پروہ طلباکوتنبیہ کرتے،کہتے الفاظ اتنے ہی اہم ہیں جتناعمل۔صرف گفتارکے غازی نہ بنو،عملی زندگی کوبہترکرو،اکثرکہتے تمہارے پاس ’’نمازنبوی توہے‘‘ کیاتمہاری زندگی میں نمازنبوی ہے؟تعلیم کے ساتھ تربیت پربہت زوردیتے۔مجھے اورمیرے تمام بھائی بہنوں کوجتنی بھی دعائیں یادہیں ایک آدھ کوچھوڑکرسب انہوں نے ہی یادکروائی ہیں۔اکثرانہیں کوئی دعایادآجاتی یاکہیں پڑھ لیتے توفوراًفون کرکے ہم بھائی بہنوں کویادکرواتے۔مدرسے کی مسجدمیں بچوں سے ہرجمعرات فجرمیں درس قرآن یادرس حدیث دلواتے،وفات سے چنددن پہلے یہ ذمہ داری مولاناعرفان سلفی کے سپردکردی تھی۔وقت کے بہت پابندتھے،امتحان میں مشکل

سوالات کے بجائے بنیادی سوالات کچھ اس طرح تیار کرتے کہ پورا نصاب بچوں کے سامنے رہے وہ اپنے اس انداز میں ہمیشہ ایک جیسے ہی رہے۔ سب کو پتہ تھا کہ شیخ کا سوال پورے نصاب سے ہوگا اور بیجا پیچیدگیوں سے پاک ہوگا۔ کہا کرتے باپ تین طرح کے ہوا کرتے ہیں، علمی یعنی استاذ، شرعی یعنی خسر اور صلبی یعنی والد حقیقی۔

والد صاحب تعلیم وتعلم کی غرض سے جب باضابطہ دربھنگہ میں رہنے لگے تو بار بار کرائے کا مکان تبدیل کرنا پڑتا بالآخر سلفیہ کے فیملی کواٹر میں منتقل ہوگئے۔ اپنے مکان کی آرزو کسے نہیں ہوتی! دعا کرتے کہ اللہ مجھے جب بھی مکان دینا تو مسجد سے قریب ہی دینا۔ اکثر کہا کرتے دیکھو اللہ نے میری دعا یوں قبول کی کہ نہ صرف مسجد کے برابر بلکہ میرے مدرسے کے قریب ہی مکان عطا کردیا۔

کسی شخص میں حس مزاح کا ہونا خوش مزاج ہونے کی دلیل ہے۔ میرے ابوجان میں یہ خوبی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ ابوجان کی زندگی دیہی اور شہری خوبیوں کا مرقع تھی۔ ایک مذاق جو اس وقت مجھے یاد آتا ہے، بچوں سے اکثر پوچھا کرتے اچھا تاؤ چاچا سے چاچی، نانا سے نانی، دادا سے دادی پھر پاپا کی پاپی کیوں نہیں؟

مذہب انسانی زندگی کا آئین ودستور ہے۔ نیکوکار کا دنیادار نہ ہونا یا دنیا سے صرف اتنا ہی دل لگانا جتنا گذران کے لیے ضروری ہو، نہ سادہ لوحی ہے نہ حماقت اور نہ ہی دنیا سے اس کی لاعلمی کا مظہر۔ زندگی کا عرفان ہی انسان کو غیر مفید وناپائیدار اشیا سے زندگی میں محدود وابستگی کا درس دیتا ہے۔ اس طرح وہ ابدی لذتوں کا مشتاق اور رب دوجہاں کا فرماں بردار بن جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایمان والا تارک دنیا بن جائے یا دنیوی لذتوں سے یکسر دست بردار ہوجائے۔ وہ جائز دائروں میں دنیا کی تمام لذتوں سے مستفید ہوتا ہے تاہم جہاں سے حدود الٰہی شروع ہوتی ہیں وہاں وہ خود کو بے عقلی کے راستوں سے روک لیتا ہے۔ ہر غلط کام کرنے والا اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھتا ہے لیکن اس کی سب سے بڑی بدعقلی غلط راہ کا انتخاب ہے کیوں کہ غلط کا انجام بہرحال غلط ہی ہوگا اور جو عمل بھی قرآن وسنت کے خلاف ہے وہی بیوقوفی ہے۔

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو روتے ہوئے پیدا ہوتی ہے، شکایت کرتے ہوئے جیتی ہے اور پچھتاتے ہوئے مرجاتی ہے۔ لیکن میرے والد ماجد ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جو روتے ہوئے ضرور پیدا ہوئے لیکن پوری زندگی اپنی اور دوسروں کی شکایات دور کرتے ہوئے بسر کی اور پچھتاتے ہوئے اس دنیا سے نہیں گئے بلکہ اللہ کے دیدار، پیارے حبیب ﷺ سے ملاقات اور جنت کے طلبگار ہوکر اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ آخری دنوں میں ان کے سرہانے علامہ محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب ''مسلمان کا سفر آخرت'' ہوا کرتی جب موقع ملتا اسے پڑھتے رہتے۔ طویل عمر سے اللہ کی پناہ مانگتے۔ عمدہ زندگی بسر کی۔ ارذلِ عمر سے اللہ نے ان کی حفاظت فرما کر ان کی دعا قبول کی اور اس حال میں انہیں اپنے پاس لے گیا کہ اللہ نے انہیں اپنے سوا کسی کا محتاج نہ بنایا، نیک نام جیے اور نیک نام ہی رخصت ہوئے، مجھے ایک عجیب مگر دلچسپ واقعہ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر عمادالدین سلفی نے سنایا کہ ایک دفعہ کسی سفر میں ایک افسر کی بیوی مسلمانوں کی گندگی کا رونا رو رہی تھی میرے بڑے بھائی اللہ انہیں صحت وعافیت عطا کرے انہوں نے اس خاتون کو والد محترم کی تصویر اپنے موبائل میں دکھائی، تصویر دیکھتے ہی اس خاتون کی زبان یوں بدلی: ''ہم را سب کے بڑھوا سب کے چہرہ بڑھ ہولا پر چائیں لے کھکا ہو جائی چھئی اور میاں سب کے بڑھوا سب کے چہرہ چمکے لاگئی چھئی'' یعنی غیر مسلم مرد زندگی کی محرومیوں، مرنے کے بعد کے مسائل سے عدم واقفیت اور موت کے انتظار میں ان کے چہرے چور کی طرح ہوجاتے ہیں لیکن مسلم مرد جوں جوں بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کے چہرے کی بشاشت ورونق اور چمک میں مزید اضافہ ہوتا جاتا ہے یقیناً یہ اللہ سے تعلق، توبہ واستغفار، اس سے بہتر امید اور نماز کی برکت ہوتی ہے۔

والد صاحب میں سیاسی بصیرت بھی کم نہ تھی وہ حالات کے رخ کو بھی بہت عمدہ انداز میں سمجھتے اور سمجھاتے۔ مثلاً وطن عزیز کے حالات پر پریشان ہونے کے بجائے سکوت اور پھر عملی اقدام کی دعوت دیتے، جب بھی فجر کی امامت فرماتے قنوت نازلہ پڑھتے اور اس میں بہت سی دعاؤں کے ساتھ ظالمین کا نام جوڑتے۔ ایک بات وہ اکثر مشرکین وموحدین کو سنایا کرتے کہ یہ زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اُسے زمین کا مالک ووارث بنا دیتا ہے۔ یہاں رجواڑے حکومت کررہے تھے۔ مسلمانوں کی کشتی پکڑلی، مسلمانوں پر ظلم کیا، اللہ نے محمد بن قاسمؒ کے ذریعہ مسلمانوں کے اس زمین کا مالک بننے کا راستہ ہموار کردیا۔ یہاں مسلمانوں نے تقریباً آٹھ نو سو سال حکومت کی جس وقت مسلمان حکمراں تھے اس ملک کی مجموعی پیداوار (جی ڈی پی) ۲۵ فیصدی دنیا میں سب سے زیادہ تھی جو آج تک نہ ہوسکی اسی لیے یہ ملک اس وقت سونے کی چڑیا تھا۔ کم از کم اُس وقت مذاہب کے درمیان محبت واخوت تھی، کبھی کوئی مذہبی دنگا فساد نہ ہوا لیکن جب انہوں نے بھی عیاشی، بے دینی کو اپنا شعار بنایا، اللہ نے انہیں بدل دیا کیوں کہ حکومت بدلنے سے حالات نہیں بدلتے بلکہ اعمال بدلنے سے حالات بدلتے ہیں۔ پھر انگریز آئے۔ اللہ کا عذاب بن کر کچھ دن وہ بھی اچھے رہے لیکن جب انھوں نے گڑبڑ کی تو صرف ڈیڑھ سو سال آٹھ سو سال کا ون فورتھ ہی حکومت کرسکے۔ پھر یہیں کے عوام کو اللہ نے کانگریس کی شکل میں اکٹھا کردیا، وہ ڈیڑھ سو سال کا ون فورتھ ۴۵ سال ہی حکومت کرسکی، اللہ نے دیکھا یہ بی جے پی اور آر ایس ایس والے بڑی اچھل کود کررہے ہیں اللہ نے کہا آؤ تم بھی آجاؤ وہ بھی آٹھ دس سال ۴۵ سال کا ون فورتھ! یہ اللہ کی زمین ہے یہاں بھی ہمارے لیڈر اپنی تمام حدوں کو پار کرچکے ہیں۔ یونس علیہ السلام تو صالح تھے اپنی قوم کی بدتمیزیوں سے تنگ

آکر چلے گئے تھے لیکن یونس علیہ السلام کو غائب پاکر قوم نے اپنی اصلاح کرلی اور بچ گئے اگر ہم نے اپنی اصلاح کرلی لیڈوروں کو کوسنا چھوڑ دیا تو ہماری نجات یقینی ہے ورنہ تاریخ گواہ ہے، اللہ کسی اور کو اس ملک کا مالک وحکمراں بنادیگا! اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (128) سورة الأعراف

ترجمہ : موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک یہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بنادیتا ہے، اور آخرت کی کامیابی اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

کسی حالت میں بھی کسی سے مرعوب نہ ہوتے ایک دفعہ کہنے لگے محمد بن قاسمؒ نے ۱۷برس کی عمر میں ہندوستان فتح کرلیا تم نے کیا کیا، میں نے برجستہ کہا ان کے والدین نے انہیں وہ ماحول دیا ہمارے والدین نے ہم سے چھین لیا، بڑی سنجیدگی سے بغیر ناراض ہوئے کہنے لگے بیٹے کیا آپ کی تعلیم وتربیت میں میں نے کچھ کمی کی ہے ؟ میں نے کہا اللہ جانتا ہے جو آپ نے کیا شاید ہی کوئی کرتا۔ یعنی جب میری کند ذہنی اور تعلیم سے بے رغبتی دیکھ کر لوگ میرے والد کو مشورہ دیتے کہ اسے کسی کام میں لگادیں تو ان کا ہمیشہ یہ جواب ہوتا کہ میں اپنے بیٹے کو کسی کی چائے ڈھونے اور گالی سننے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا، جب والدہ میرے لیے فکرمند ہوتیں تو والد صاحب میرے لیے اللہ سے دعا کرتے، جس کے نتیجے میں ایک خواب دیکھا کہ میں سائیکل ریس کے میدان میں ایک ٹوٹی پھوٹی سائیکل پر سوار ہو کر سب سے آگے نکل گیا ہوں۔ کہتے میں جب تک زندہ ہوں اپنے بیٹے کو پڑھانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اللہ میرے بیٹے کو ضرور کامیاب کریگا۔ ان شاءاللہ

بہر حال میرے جواب پر کہنے لگے اب تم وہ کچھ کرو جو آج دنیا کے انسانوں کے لیے مفید ہے اور امتِ محمدیہ کی عظمت وافتخار کا باعث بنے۔ الحمدللہ میرے والدین اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ مجھے لگتا تھا کہ وہ دونوں مجھ سے سب سے زیادہ خوش ہیں۔ میرے والد کی ایک صفت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام بچوں سے اس طرح پیار کرتے کہ لوگ سمجھتے کہ یہ ان کی اکلوتی اولاد ہے اور ہر بچے کو محسوس ہوتا کہ والد صاحب مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ ان کی سب سے خوبصورت عادت یہ تھی کہ اپنے بچے اور دوسرے افراد سب سے اُن کے مزاج کے مطابق معاملہ کرتے۔

شافی ہومیو کلینک ایک رفاہی مرکز ہے جس میں والد صاحب مدارس ومکاتب کے طلبہ اور اساتذہ کا مفت علاج کرتے۔ محلے کے غیر مسلمین کا علاج بھی مفت ہی کرتے۔ محلے کے بچے دادا جی دادا جی کرتے ہوئے کھیلتے کودتے ان سے دوا لیتے اور شفایاب ہوتے، عورتیں چاچا جی چاچا جی کہہ کر دوائیں اور دعائیں پاتیں۔ زندگی کی پچھتر بہاریں دیکھنے کے باوجود اپنے تمام بچوں اور اپنے عہد کے لوگوں میں سب سے زیادہ جوان تھے۔ سفر میں ایسی تیزی کہ کہا کرتے کہ سفر مجھ سے پناہ مانگتا ہے اور نماز تو جیسے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور اور سانسوں کی ڈور تھی۔ تبھی تو سفر آخرت پر روانگی کی صبح بھی تہجد، فجر اور طلبہ کو سنت ادا کرنے کی تلقین کی اور چاشت کی نماز کے بعد رخصت ہوگئے۔ جاتے جاتے بھی ہر وہ کام کیا جو زندگی بھر ان کا معمول رہا۔ یعنی اس دن صلاۃ تہجد ادا کی، فجر کے لیے اپنے گھر والوں کو اور مدرسہ کے طلبہ کو جگایا، فجر کے پہلے اور بعد سنتوں کی تلقین کی، عادت کے مطابق مسجد سے کسی شناسا یا اجنبی کو ساتھ لاتے اور ناشتے یا کھانے میں شریک کرتے۔ اس دن بھی ایک شناسا کو ساتھ لائے، ان کی ضیافت کی، قرآن کی تلاوت کی، تھوڑا آرام کیا، پھر قرآن کی تلاوت کی اور معمول کے مطابق بیٹی مریم کے ساتھ ناشتہ کیا، وضو کرکے چاشت کی نماز ادا کی، ایک سیب کھایا اور قرآن کی تفسیر کا درس دینے مدرسہ کے کلاس روم کی جانب بڑھے، جیسے ہی کلاس کی سیڑھی پر قدم رکھا، اللہ کا فرشتہ وہاں موجود تھا، جو انہیں مالکِ حقیقی تک لے گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ   کہیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ
غم سے بھرتا نہیں دلِ ناشاد   کس سے خالی ہوا جہاں آباد

والد صاحب پوری دنیا کا علاج کرتے۔ لوگوں کے امراض میں تیمارداری کرتے لیکن اپنے علاج میں کوتاہی برتتے یا جب تک مجبور نہ ہوتے دعاؤں اور ہومیوپیتھی سے ہی کام چلاتے اور کہتے کہ: ''علاج سے کوئی بچتا نہیں اور بیماری سے کوئی مرتا نہیں''۔ انتقال سے آٹھ نو ماہ قبل کا ذکر ہے کہ میں بیوی بچوں کے ساتھ کلکتے گیا تھا ابھی تین دن ہی گذرے تھے کہ والد محترم کی کال آئی بیٹے دربھنگہ آجائیں میں بیوی بچوں کو اپنے سسرالی رشتہ داروں کے یہاں چھوڑ کر دربھنگہ آگیا۔ اگلے ہی دن والد صاحب پریشانی محسوس کرنے لگے میں نے ناظم دارالعلوم ڈاکٹر سید عبدالعزیز سلفی صاحب کے صاحب زادے ڈاکٹر یوسف فیصل کو فون کیا وہ فوراً گھر تشریف لے آئے، ای سی جی مشین منگوائی پھر اپنی گاڑی میں ہاسپٹل لے گئے جہاں ڈاکٹروں نے اُن کی حالت نازک بتائی بہرحال اللہ نے شفاء دی۔ وقفے وقفے سے ڈاکٹر سے رجوع کرنا قلب کے امراض میں بہتر ہوتا ہے لیکن والد صاحب اسے پسند نہ کرتے۔ بیٹی سامیہ اور داماد سید محمد طالب کی ضد پر بنگلور تشریف لے گئے لیکن نماز کے لیے مسجد نہ جاسکنے کے سبب انہیں وہاں رہنا گوارہ نہ ہوا! اور پھر ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ جب میرا انتقال ہو تو میرے جنازے میں کم از کم چالیس مومنین شریک ہوں اور اس وقت سلفیہ مدرسہ کھلا ہوا ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ دوسرے اشخاص بھی جنازے میں شریک ہوسکیں۔ یہ دعا بھی اللہ نے ایسی قبول کی کہ لوگوں کا بیان ہے کہ دربھنگہ میں ہم نے کسی جنازہ میں اتنی بھیڑ نہیں دیکھی۔ تاحدنظر لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے علاوہ ملک کی مختلف مساجد حتی کہ

مسجد نبوی ﷺ میں بھی باب الرحمہ کے قریب لوگوں نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ اللہ مغفرت فرمائے آمین یارب العلمین۔

کچھ نہیں فرق باغ وزنداں میں — آج بلبل نہیں گلستاں میں
شہر سارا بنا ہے بیتِ حزن — ایک یوسف نہیں جو کنعاں میں

جس دن والد صاحب کا انتقال ہوا اس دن اور اس کے بعد کے دنوں میں کئی افراد نے فون پر اور ملاقات کے دوران درد انگیز آواز میں اور کچھ لوگوں نے روتے ہوئے کہا آدم ..... ہمارے لیے دعا کا ایک بہت بڑا دروازہ بند ہوگیا۔ جنازے میں آئے ایک صاحب نے کہا بھائی ہمیں بھول نہ جانا آپ کے والد کے بڑے احسانات ہیں ہم پر۔۔ میں نے پوچھا بتائیں کس طرح کے؟ تو کہنے لگے: برسوں پہلے کی بات ہے ہمارے گاؤں میں کوئی ادارہ نہیں تھا آپ کے والد ہمارے گاؤں میں داخل ہوئے اور کچھ دروازں پر دستک دی اور پوچھا کہ کیا یہاں کی عورتیں بانجھ ہی رہینگی؟ ہم نے کہا الحمدللہ ہم تمام صاحبِ اولاد ہیں آپ کے اس جملے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو کہنے لگے جس گاؤں میں مسجد، مدرسہ نہ ہو جس گاؤں میں اچھے علماء پیدا نہ ہوں اس گاؤں کی عورتیں بانجھ ہی تو ہوئیں۔ پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کس کس کے پاس کتنی زمین ہے ہم نے بتایا تو کہنے لگے آپ اتنا اور اتنا دے دیں اس طرح انہوں نے ہمارے قریہ میں مسجد اور مدرسے کی تعمیر وبقا کے مصارف کا انتظام کیا۔ والد کے انتقال کے بعد جب میں گاؤں پہنچا تو معلوم ہوا کہ کچھ غربا کو ماہانہ تنخواہ دیتے تھے، کسی سے کہہ رکھا تھا اس بار جب یہ کیلے تیار ہوجائیں تو اس کو بیچ کر فلاں کو اس کا پیسہ دے دینا، ہم سے بہت سے خیر کے کام کرواتے لیکن ہمیں یہ باتیں ان کے دارِفانی سے رخصت ہونے کے بعد پتا چلیں۔ ایک مسجد کے مؤذن کو میرے چھوٹے بھائی نے بیٹے کی مبارک باد دینے کے لیے فون کیا جو نہایت غریب اور کمزور آدمی ہیں تو وہ کہنے لگے آپ کے والد صاحب کی بڑی تمنا تھی کہ میرے گھر بیٹا ہو، ان کی دعا قبول ہوئی اور ہاں آپ کے والد صاحب نے پانچ ہزار روپے بھیجے تھے وہ مل گئے۔ اپنوں اور غیروں کا خیال کرنے والے کا اللہ حامی وناصر ہو آمین! اور اس طرح پورے گاؤں اور پورے شہر کے لوگ مختلف وجوہ سے ان سے رابطہ کرتے اور اپنی مراد پاتے۔ میرا ایک دوست ابوبکر ملا کہنے لگا آدم مجھے تمہارے والد کے انتقال کا کوئی غم نہیں دکھ اس بات کا ہے کہ امت کا اتنا بڑا خسارہ ہوا جو کسی بھی طرح پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ ان کا نعم البدل پیدا کرے، آمین گویا اس صدی کا آخری آدمی تھا آہ۔۔۔

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں اِک چراغ تھا نہ رہا

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

عتیق الرحمٰن الندوی دریاباد

ہمارا عائلی نظام مردوزن کی ترتیب وتحلیل اورانہیں کے تاروپود کی تفصیل وتسلسل کی حکایت پر مشتمل ہے، خواہ وہ ابتداء تاریخ کی مختصر ترین صورت حال رہی ہو یا موجودہ زمانے کی طویل پیچیدہ ترین گتھیوں میں محصور زندگی کا قافلہ ہو، بے راہ روی نے اپنی راہ پہلے بھی نکالی تھی اور آج وہ شاخ درشاخ پر پھیلائے ہوئے ہے۔ زندگی کے قافلے کوراہ پرلانے کے لئے سرچشمۂ ہدایت آسمانی نے رہنمائی پہلے بھی کی تھی پھر زمانۂ آخر کے لئے آسمان والے نے آخری نبی بھیج کران کے ذریعہ زمینی زندگی کی خاطر قیامت تک کے لئے نسخۂ زیست فراہم فرمادیا، جہاں سے عدل اور وسطیت کا فیضان آنے والے ہرزمانے اور ہرقوم کے لئے یکساں جاری وساری ہے۔ یہ اور بات کہ

گر نہ بیند بہ روز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مرد کی غالبیت ہردور، ہرمذہب میں مسلم رہی ہے، عہد پاستاں اس کی گواہی دینے کے لئے کافی ہے۔ تہذیب کی ابتدا میں عورت کبھی سامان تجارت تھی اور کہیں منحوس ورذیل متصور ہوتی رہی، نسبتاً یونانیوں کے مثقف دور میں عورت مصائب وآلام کا سرچشمہ تصور کی گئی تھی، اسے ناپاک شیطانی عمل خیال کیا جاتا تھا، اس کے حقوق کی شناخت تو کیا اسے سامانِ بازار سمجھا جاتا تھا، حق میراث سے محروم تھی، اسی طرح ایران کے مزدکی دور میں زروزن اورزمین کووقف عام کردیا گیا تھا، روم میں عورتوں کوجسم بلاروح تصور کیا جاتا تھا اور مختلف طریقے سے ایذائیں دینا عیب پرمحمول نہیں تھا، رشتۂ مناکحت میں ماں، بہن، بیٹی، خالہ پھوپھی اوراغیار میں کوئی تمیز نہ تھی۔ پارسیوں کے یہاں بھی عورتوں کے مقدس رشتوں کو پامال کرنے کی اجازت تھی اوران سے مناکحت جائز تھی، اس طرح اخلاقیات کا تیاپانچا ہوچکا تھا، عورتیں مالِ یغما تھیں جومردوں کے استغلال اورعیش کوشی کا سامانِ محض رہ گئی تھیں، ہندوستان میں بام مارگی فرقہ کے زیر اثر مردوں اورعورتوں کی تمثالوں اور پاروتی وشیولنگ کی پوجا ہوتی تھی، مگرعورتوں کوان کا فطری مقام دینے سے گریز تھا، ہندودیومالا میں عورتوں کوتقدس کا درجہ تو حاصل تھا، اس کی پوجا بھی ہوتی تھی مگرفوت شدہ شوہر کے بعد اسے منحوس تصور کیا جاتا تھا جومزید زندگی گزارنے کی مجاز نہیں تھی بلکہ اسے شوہر کی چتا کے ساتھ ستی ہونا پڑتا تھا، یا تاریک کوٹھریوں میں زندگی گزاردینی پڑتی تھی تاکہ اس کی نحوست کا سایہ کسی اور پر نہ پڑنے پائے، ہندومت میں ایک عورت کئی مردوں کوجنسی تسکین فراہم کرتی تھی، شادی شدہ ہوکربھی اورکنواری صورت میں بھی، اولاد کی خاطروہ دیور، یاکسی اور سے عملِ جنس اختیار کرسکتی تھی، عربوں کا حال یہ تھا کہ اپنی معشوقہ کی تعریف کے لئے خودداری اورعزت تھی اوراپنی ہی لڑکیوں کوزندہ درگورکردینے میں کوئی عاراورقباحت نہ تھی، باندیوں کے ذریعہ حرام کاری کے کام سے کمائی حاصل کی جاتی تھی۔

مذاہب کا حال یہ تھا کہ یہودیوں کے یہاں عورت مرد کی خدمت گزاری کے لئے وقف تھی، وہ اسے فروخت کردینے کا اختیار رکھتا تھا، نصرانیوں کے یہاں بھی عورت خالی ازروح جسمِ محض تھی، اوروہ شیطان کا دروازہ تصور کی جاتی تھی، وہ شریفانہ احکام کی مکلّف نہیں تھی، مذاہب کے ٹھیکیداروں نے مذہب کوجس حال تک پہنچایا تھا صرف اسی کا تقابل پیش نظر ہے ورنہ سماوی مذاہب تو منزل من اللہ ہوتے ہیں ان کی تطبیق اس عہد کے فطری تقاضوں کے مطابق ہی رہی ہے۔

تبرج جاہلیت اولیٰ ہویا تبرج موجودہ دونوں غیرفطری راستے ہیں، موجودہ صورت حال یہ ہے کہ رحم مادر میں جنس کی شناخت کرکے لڑکی ہونے کی صورت میں اطباءِ خاص کے ذریعہ جنین کونابود کردیا جاتا ہے۔ یعنی لڑکیاں اگر پہلے زندہ درگور کی جاتی تھیں تواب مردہ دررحم کردی جاتی ہیں۔

عہدِ ماقبل اگرتفریط کا شکار تھا تواب موجودہ عہد افراط کا شکار ہے، عورتیں نئی تہذیب کی ضرب کاری کے سبب کہیں ہوائی جہاز کے مسافروں کی میزبانی پر مامور ہیں اورکہیں اشیائے فروخت کا پرچار ان کے ذمہ ہے، اسپتالوں میں نرس ہیں، دفتروں میں اسٹنو اورکلرکی کا کام انجام دے رہی ہیں، کالجوں، بازاروں، سواریوں اور پارکوں میں آفسوں اورمجالس میں کھیل کے میدانوں، محاضرات کی مجلسوں، ٹیلی ویژن پرمردوزن کا اختلاط عام سی بات ہے۔ اسی سبب رسواکن واقعات اورشرمناک حادثے ذہنوں کوجھنجھوڑ کررکھ دیتے ہیں، دہلی کی نربھیا ہویا پاکستان کی زینب یہ صرف علامتی واقعات ہیں ورنہ زمانہ حال ایسے بھیانک واقعات اوردردناک کہانیوں سے لبریز ہے جس کا تذکرہ مہذب نوکِ قلم کے لئے محال ہے۔

گھر سے باہر رہنے والی عورت کا تشخص باقی نہیں رہ پاتا، عورت ماں بننے کی صلاحیت کھوبیٹھتی ہے، مرد کے ساتھ مشابہت کی کوشش اوراس کے ساتھ میدانِ عمل نے بھی عورت کے ماں بننے کی صلاحیتوں کومتاثر کیا ہے، علماءِ حیاتیات حوالہ دیتے ہیں کہ عمل، اعضاء کی تخلیق کرتا ہے، اسی لئے ڈاکٹر بنتِ شاطی نے ایک مضمون مصر کے مشہور اخبار''الاہرام'' میں شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا:'' تیسری جنس ظاہر ہونے

والی ہے، انہوں نے لکھا تھا کہ اس جنس میں صنف نازک کے صرف وہی چند خصائص باقی رہ گئے ہیں جو طویل ممارست کی بنا پر عورت کے تشخص میں راسخ ہو چکے ہیں، آفسوں میں زندگی گزارنے، اور مردوں کے ہمراہ مسلسل اپنی شراکت کے سبب انہیں بچوں کی شیرخواری کے فطری مواقع نصیب نہیں ہو پاتے، اس لئے ان کے جسم کے دودھ خشک ہو چکے ہیں۔

خاندانی ربط میں پیار محبت کا رشتہ استوار ہوتا ہے جو بچوں کی نشو ونما میں بے حد معاون ہوتا ہے، اس سے ان کی فکر میں توازن اور شعور میں اعتدال پیدا ہوتا ہے، خاندان سے ماں کا رشتہ ٹوٹنے سے گھر ہوٹل بن جاتا ہے اور وجدانی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور صورت حال یہ بنتی ہے کہ والدین گھر کے بجائے ہوٹلوں کا سہارا لیتے ہیں بقول اکبرالہ آبادی۔

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جاکر

اس افراط اور تفریط کے درمیان عورتوں کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ رب کائنات نے اول اول آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور اس کے بعد حوا علیہا السلام کی تخلیق ہوئی، جو بجائے خود مرد کی حیثیت اولیہ پر دال ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اتقوا النساء (مسلم: ۲۷۴۲) عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو قرآن میں وارد ہوا: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (النساء: ۳۲) اس کے علاوہ اسلام نے ماں کی خدمت کو باپ کی خدمت پر ترجیح دی ہے اور اس کے قدموں کے نیچے جنت ہونے کی بشارت دی ہے اس لئے کہ بقول اقبال

سیرتِ فرزندہا از امہات
جوہر صدق و صفا از امہات

(یعنی بیٹوں کی تربیت ماؤں کے زیر سایہ پروان چڑھتی ہے اور صدق وصفا کی ساری خوبیاں بچپن ہی میں ماؤں کے سبب فروغ پاتی ہیں)

پھر یوں بھی وارد ہوا ہے کہ دو بچیوں کی تربیت کا بدلہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ جنت میں ہونے کی بشارت سے نوازا ہے۔

عورت کی بنیادی طور پر تین جہتیں ہیں: ماں، بیٹی اور بیوی، اسلام نے ان تینوں کے حقوق تفصیلاً بیان کر رکھے ہیں نیز عورتوں کو محارم کے ساتھ کہیں بھی جانے اور سفر کرنے کی اجازت عطا کر رکھی ہے، اسلام کی عطا کردہ حدود سے باہر نکلنے پر حد تعزیر لازم کی گئی ہے، جبکہ اسلامی ہدایات کی پاسداری کے ساتھ گھریلو امور تعلیم وتعلم، ادائیگی صلاۃ، ادائیگی حج، طبابت وحکمت، جراحی وجامہ دوزی وغیرہ اور جہاد کے مواقع پر تمام لازمی خدمات کی انجام دہی کی اجازت دی گئی ہے۔

اسلام کی وہ ساری تربیتی تدبیریں اگر زمانۂ موجودہ میں بھی عمل میں لائی جائیں تو سماج کو نربھیا اور زینب کا رونا نہیں رونا پڑے گا، کانفرنسیں نہیں کرنی پڑیں گی کہ ایڈز کے عذاب سے کیسے بچا جائے، شراب اور سگریٹ اور سارے مخدرات سے سماج کو کیسے نجات دی جائے اور اس کے نتیجے میں کینسر سے بچاؤ کی کیا تدبیریں ہوں، یہ تو اس لئے ہے کہ آپ منظم اخلاقیات سے بے بہرہ ہو چکے ہیں، اور اب تو معاملہ ہم جنسی کی قانونی اجازت کا آ چکا ہے۔ یعنی باہم دو مردوں یا دو عورتوں کا رشتۂ مناکحت میں بندھنا، جو ایک انتہائی غیر فطری رویہ ہے اور انسانیت کی تباہی کا مستلزم بھی، جب کہ دنیا کی بعض نااندیش حکومتوں نے جواز کا سرٹیفکیٹ بھی دے دیا ہے، مغرب کی بے راہ روی اولاد الزنا کی کثرت کا بوجھ ڈھو رہی ہے، جس سے بچاؤ کی صورتیں غیر واضح اور تباہ کن ہیں۔ انگریزی کی کتنی مصنفات اور رائٹرز نے اس تباہی کی جانب معاشرہ کو جانے سے روکنے کی کوششیں کی ہیں، اور اس کی ہلاکت سے آگاہ کیا ہے، مثلاً ایک مصنفہ لکھتی ہے:

’’مجھے مردوں نے دھوکہ دیا مجھے عریاں بدن دیکھنا پسند کیا، سامان تجارت کے فروغ کے لئے میری ننگی تصویروں کا سہارا لیا گیا، اور میرا استحصال کیا گیا، افسوس کہ میں ماں بننے کے قابل بھی نہ رہی۔‘‘

ظاہر ہے اس طرح ماں ہونے کی صورت میں بیٹے بیٹیوں کے سامنے اپنے سابقہ ریکارڈ کے ساتھ جو اس عصری ترقی یافتہ محفوظات کے ذریعہ حاصل ہے، کیسے پیش ہو سکے گی؟ اور جیسا کہ حسب مذکور ماقبل اس سے بھیانک صورت حال کے وقوع پذیر ہونے کا پردہ ڈاکٹر بنت شاطی نے پہلے ہی اٹھایا ہے۔ رب کائنات ان ساری بلاؤں سے اسلام کے ذریعہ انسانیت کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

قارئین جریدہ ترجمان کے لیے

جریدہ ترجمان کے تمام موقر قارئین کو یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ رمضان المبارک کی مصروفیات کی وجہ سے اس میں دو شمارے شمارہ نمبر ۱۲ اور ۱۳ یعنی ۱۶ تا ۳۰/جون اور یکم تا ۱۵/جولائی ۲۰۱۸ء اضافہ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس لیے قارئین کرام سے گذارش ہے کہ شمارہ نمبر ۱۲ طلب کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔

(دفتر جریدہ ترجمان - دہلی)

علوم الحدیث کی اہمیت وضرورت اور منہجیت (پہلی قسط)

عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، دہلی

دین اسلام کے دواہم چشمے ہیں ایک کلام الٰہی قرآن مجید، دوسرا سنت رسول اللہ ﷺ جسے احادیث نبویہ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم شریعت اسلامیہ کا مصدر اول ہے۔ اس کا صحیح فہم وادراک حدیث رسول پر موقوف ہے۔ ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی فرماتے ہیں کہ اذا حدثت الرجل بالسنة فقال دعنا من هذا وحدثنا بالقرآن فاعلم انه ضال مضل (الكفاية للخطيب ص ١٦)

جب تم کسی شخص سے حدیث بیان کرو تو وہ کہے اسے چھوڑ واور قرآن بیان کرو توسمجھ لوکہ وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

یہ حقیقت ہے کیونکہ حدیث رسول قرآن کریم کے بیان کردہ اصول واحکام اور قوانین کی تشریح وتوضیح اور بیان ہے۔ وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم میں یہی بات بتائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اتبعوا ما انزل اليكم من ربكم کے ذریعہ اتباع قرآن کا حکم دیا ہے۔ اور ومن يطع الرسول فقد اطاع الله اور لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة اور فاتبعوني يحببكم الله کے ذریعہ اتباع حدیث رسول اور طاعت رسول کا حکم دیا ہے۔ اور رسول کی حیات طیبہ مبارکہ کو اسوہ بنانے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کی ضمانت لی ہے۔ انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون یہی وجہ ہے کہ قرآن آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح نازل ہوا تھا۔ گرچہ باطل طاقتیں اور گمراہ فرقے اپنے گمراہ عقائد کے اثبات کے لئے اس کی آیات میں معنوی تحریف کرتے رہے ہیں اور آج بھی اس کے درپے ہیں لیکن سابقہ کتابوں کی طرح لفظی تحریف وتغیر سے یہ مقدس کتاب پاک اور محفوظ ہے۔ یہ کتاب علماء وحفاظ کے سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہے۔ اسی طرح علماء حق کی ایک جماعت تحریف معنوی کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہر دور میں موجود رہی ہے جو ان کے گمراہانہ استدلالات کے تار پود بکھیرتی رہی ہے۔ فرمان رسول ہے۔ اهل القرآن هم اهل الله وخاصته (رواه النسائي وابن ماجه ٢١٥ من حديث انس وصححه الألباني في صحيح ابن ماجه)

ٹھیک اسی طرح مصدر ثانی احادیث رسول کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا کی۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک ہر عصر اور ہر زمانے میں احادیث نبویہ اور دین متین کی حفاظت ونگہداشت کے لئے اہل حق کی ایک ٹیم مہیا فرماتا رہا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سے واضح ہوتا ہے۔ ''يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تاويل الجاهلين وتحريف الغالين وانتحال المبطلين'' والحديث حسن، مفتاح دار السعادة لابن القيم.

ابوحاتم رازی کا بیان ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر آج تک اس امت کے سوا کسی بھی قوم یا امت میں ایسے امین نہیں پائے گئے جو آثار رسل کی حفاظت کرسکیں۔ ایک شخص گویا ہوا: لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جس کی کوئی اصل نہیں، فرمایا: اس امت کے علماء صحیح وسقیم کی معرفت رکھتے ہیں اور یہ معرفت روایت کی بنیاد پر ہے۔ تاکہ وہ بعد کے لوگوں کو بتاسکیں کہ انہوں نے آثار کی تمیز کرکے اسے محفوظ کردیا ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث ص ۴۳)

صیانت حدیث اور صحابہ: عہد نبوت اور عہد خلفاء راشدین میں قرآن حکیم کی کتابت وتحریر کا بڑا اہتمام تھا۔ عام طور پر احادیث لکھنے کا رواج نہ تھا۔ البتہ صحابہ کرام کے سینوں میں احادیث نبوی محفوظ تھیں۔ صحابہ اس کا مذاکرہ کرتے اور نہایت احتیاط واہتمام سے اس کی روایت واشاعت کرتے خود سینوں میں محفوظ کرتے اور دوسروں کو ضبط فی الصدور کی تلقین کرتے۔ صحابہ باہم ایک دوسرے کے پاس موجود علم حاصل کرنے کی تمنا رکھتے اور جستجو کرتے تھے۔ صحابہ میں سے کچھ نے تحصیل علم اور حفظ حدیث کے لئے اپنے آپ کو دنیا کے علائق سے الگ کررکھا تھا جیسا کہ اصحاب صفہ بطور خاص ابوہریرہ، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، حذیفہ بن الیمان، عبداللہ بن مسعود اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو مدینہ سے فاصلہ پر آباد تھے وہ اپنے وفود نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کرکے نبوی تعلیمات حاصل کرتے۔ وہ وفد اپنی قوم میں جاکر انھیں عام کیا کرتے۔ ان کے طلب حدیث کا عالم یہ تھا کہ ایک صحابی صرف ایک حدیث کی سماع یا صرف تاکد کے لئے ایک ایک مہینہ کا سفر کرتے تھے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن انیس انصاری سے ایک حدیث سننے کے لئے مدینہ سے شام ایک مہینہ کا سفر کیا، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سننے کے لئے مدینہ سے مصر کا سفر کیا۔ شوق طلب کے ساتھ صحابہ کرام ارشاد نبویؐ نضر الله امرء سمع مقالتي فوعاها واداها كما سمع کو ملحوظ رکھتے ہوئے اشاعت حدیث کو اپنا اہم فریضہ اور راہ نجات سمجھتے تھے۔ اس طرح صحابہ کرام نے خود باہم ایک دوسرے سے استفادہ کیا اور میراث نبوت کو اگلی نسلوں تک پہنچایا۔ گرچہ یہ نقل عموماً زبانی ہوا کرتا تھا اور اخذ وروایت کا یہ معاملہ قوت حافظہ پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو غیر معمولی قوت حافظہ عطا کیا تھا۔ انھیں اپنی قوت حافظہ پر فخر وناز تھا۔

کتابت احادیث اور صحابہ: عہد نبوت اور عہد صحابہ میں حفظ فی

الصدور، مذاکرہ حدیث، ذوق طلب حدیث اور احتیاط فی الحدیث کے ہوتے ہوئے ضرورت نہیں تھی کہ قرآن کریم کی طرح حدیثیں قلم بند کی جائیں اور پھر نبی ﷺ کا زمانہ نزول قرآن کا زمانہ تھا۔ قرآن لکھنے لکھانے کا خاص اہتمام تھا۔ اگر اس وقت حدیثیں ضبط تحریر میں لائی جاتیں تو خلط والتباس اور قرآن سے بے اعتنائی کا اندیشہ تھا۔ بنابریں آپ ﷺ نے عام طور پر حدیث لکھنے کی ممانعت فرمادی۔ لا تكتبوا عنى، ومن كتب عنى غير القرآن فليمحه وحدثوا عنى فلا حرج، ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار (صحيح مسلم:الزهد والرقائق رقم:٥٢٢٦)

مگر یہ حکم وقتی مصلحت کے پیش نظر تھا، تشریعی دوامی حکم نہ تھا۔ تاہم بعض صحابہ، العلم قيدوالكتابة صيده کے بمصداق احادیث رسول ضبط تحریر میں کرلیا کرتے تھے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ما من اصحاب النبي ﷺ احد اكثر حديثا عنه منى الا ما كان من عبدالله بن عمرو فانه كان يكتب ولا اكتب (بخارى كتاب العلم كتابة العلم ١١٣)

اصحاب رسول میں سے کوئی بھی نبی ﷺ سے مجھ سے زیادہ روایتیں کرنے والا نہیں ہے سوائے عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ لکھا کرتے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بہ سند صحیح مروی ہے۔

كنت أكتب كل شئى أسمع من رسول الله ﷺ اريد حفظه، فنهتنى قريش، وقالوا: تكتب كل شئى تسمعه، ورسول الله ﷺ بشر يتكلم فى الغضب والرضا، فأمسكت عن الكتاب فذكرت ذلك للنبى ﷺ فأومأ بأصبعه الى فيه فقال: اكتب فوالذى نفسى بيده ما يخرج منه الا حق (ابوداؤد: كتاب العلم، باب كتابة العلم ح٣٦٤٦)

میں نبی ﷺ سے جو کچھ سنتا سب لکھ لیا کرتا تھا تا کہ اسے یاد کرسکوں، قریش کے لوگوں نے مجھے اس عمل سے منع کیا اور کہا: تم سب کچھ لکھ لیا کرتے ہو؟ جبکہ نبی ﷺ بشر ہیں، کچھ باتیں غضب کی حالت میں کہتے ہیں۔ کچھ باتیں رضا کی حالت میں کہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے لکھنا بند کردیا، اس کا تذکرہ میں نے نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا لکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس سے حق کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلتا۔

اسی طرح بعض صحابہ کرام کے صحیفے جو بعد میں ہونے والی تدوین وتصنیف میں اساس قرار پائے ان میں مشہور صحیفے جیسے:

۱۔ **صحیفہ عبداللہ بن عمرو**: جو صحیفہ صادقہ کے نام سے مشہور ہے جس کے بارے میں انہوں نے کہا: یہ صحیفہ صادقہ ہے جسے میں نے بلا واسطہ نبی ﷺ سے سنا ہے۔ (تقييد العلم خطيب بغدادى ص ٨٤) یہ صحیفہ ہے جسے عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ عمرو عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں (علم الرجال للمعلمى: ص ٥٢)

۲۔ **صحیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ**: جس میں زکاۃ کے تفصیلی احکام موجود تھے جسے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بحرین روانہ کرتے وقت ان کے حوالہ کیا تھا۔ (بخاری کتاب الزکاۃ۔ زکاۃ الغنم حدیث نمبر۱۴۵۴)

۳۔ **صحیفہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ**: جس میں دیت وغیرہ کے احکام موجود تھے جسے وہ حفاظت کی غرض سے تلوار کی میان میں رکھا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب العلم، حدیث نمبر:۱۱۱)

۴۔ **صحیفہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ**: جو مناسک حج پر مشتمل ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۳)

کتاب ابن حزم: احکام پر مشتمل رسالہ جسے رسول ﷺ نے عمرو بن حزم کو لکھا تھا اہل یمن کے لئے جس میں احکام تھے (علم الرجال)

۵۔ **صحیفہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ**: جس کی روایت ہمام بن منبہ نے ان سے کی ہے جو ۱۴۰ یا ۱۳۸ احادیث پر مشتمل ہے جو مسند احمد ۲/۳۱۲۔۳۱۹ میں موجود ہے۔ (علم الرجال للمعلمى ص ٥٤)

۶۔ **صحیفہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ**: جو مسائل وعلم الفرائض سے متعلق ہے نیز صحیفہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ بھی متعدد صحابہ کرام کا تذکرہ ملتا ہے دیکھیں: کتاب صحائف الصحابہ احمد بن عبدالرحمٰن الضویان (تاریخ علم حدیث ص۲۹، مفتی محمد عمیم برکتی) (بحوث فی تاریخ السنہ، د۔ اکرم ضیاء عمری)

جمع وتدوین حدیث: مذکورہ بالا نصوص اور وثائق سے پتہ چلا کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ ہی سے کتابت حدیث کا آغاز ہو چکا تھا۔ گرچہ اس عصر میں اصل اعتماد حافظہ وذاکرہ پر تھا۔

لیکن جب اسلام مختلف دیار وامصار میں پھیل گیا۔ اسلامی آبادیاں وسیع ہوگئیں۔ صحابہ دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے۔ اکابر صحابہ وتابعین جب دنیا سے رحلت کرگئے۔ بدعت کا ظہور وشیوع ہوا۔ ضبط وحفظ کی قوتوں میں انحطاط آنے لگا اور علم حدیث کے ختم ہونے کا خدشہ ہوا تو احادیث کی تدوین وکتابت کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ اور احادیث کی باضابطہ تدوین کی تحریک پیدا ہوئی، پہلی صدی ہجری کے اختتام پر خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (م۱۰۱ھ) کا زمانہ آیا۔ انہوں نے امراء امصار کو جمع احادیث کا حکم وفرمان صادر کیا۔

(١) هو محمدبن مسلم بن عبيدالله بن شهاب الزهرى، ابوبكر المدنى ولد فى ٥٨ھ فى المدينة فى آخر خلافة معاوية وهى السنة التى ماتت فيها عائشةؓ ذكره ابن سعد فى الطبقة الرابعة من أهل المدينة وهى طبقة تلى الوسطى من التابعين اسند الزهرى اكثر من الف حديث عن الثقات ومجموع احاديث الزهرى كلها ٢٢٠٠ حديث.

روی عن انس بن مالك، وعنه مسلم والأوزاعی ومالك بن انس كان فقيها حافظا محدثا أحد الأعلام من علوم الحديث (تهذيب الكمال للمزی، تهذيب التهذيب ۹/ ۴۵۰)

صحیح بخاری کی کتاب العلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ کے گورنر ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی احادیث تم کو ملیں سب کو قلم بند کرو۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ دنیا سے علماء کے اٹھتے چلے جانے کے سبب کہیں علم دین مٹ نہ جائے۔ اور ہاں صرف رسول اللہ کی حدیث ہی کو قبول کرنا، اور علماء کو چاہیے کہ علم پھیلائیں اور تعلیم دینے کے لئے بیٹھا کریں تاکہ جس کو علم نہیں اس کو سکھایا جائے، کیونکہ جہاں علم پوشیدہ رہا مٹ گیا۔ (بخاری مع الفتح کتاب العلم کیف یقبض العلم ۱/۱۹۴)

ابونعیم تاریخ اصبہان میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مختلف علاقوں میں حکم روانہ فرمایا، دیکھو رسول اللہ کی جو حدیثیں ہوں انھیں جمع کرو۔ (قواعد التحدیث ص ۷۱) نیز ابن حزم کو یہ حکم بھی دیا۔

وقد امر ابن حزم بتدوين حديث عمرة بنت عبدالرحمن لانها كانت من أثبت الناس بأم المومنين عائشةؓ والسيدة عائشةؓ هی اعلم الناس باحوال رسول الله ﷺ وشئونه الخاصة و عمرة كانت من أثبت الناس بحديث ام المومنين.

ابن شہاب (م ۱۲۴ھ) زہری فرماتے ہیں: کہ عمر عبدالعزیزؒ نے ہمیں احادیث جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ ہم نے دفتر کی شکل میں لکھا تو انہوں نے اپنے زیر نگین تمام علاقوں میں ایک دفتر روانہ فرمایا (جامع بيان العلم وفضله ۱/ ۷۶) محمد بن جعفر کتانی کے بیان کے مطابق ابوبکر بن حزم کی جمع کردہ کتاب پہونچنے سے قبل عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوگیا۔ (الرسالۃ المستطرفہ ص ۳)

اس طرح عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حکم سے باقاعدہ تدوین حدیث کا آغاز ہوا اور سب سے پہلے احادیث کو مدون کرنے کا کام ابن شہاب زہری نے انجام دیا۔

وقال عمر بن عبدالعزيز عليكم بابن شهاب، فانه ما بقی احد اعلم بسنة ماضية منه (تهذيب التهذيب ۹/ ۳۹۵) قيل لمكحول: من اعلم من لقيت، قال: ابن شهاب، قال: ثم من؟ قال ابن شهاب (تذكرة الحفاظ ۱/ ۱۰۸)

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اول من دون الحديث ابن شهاب الزهری علی رأس المائة بأمر عمر بن العزيز ثم كثر التدوين ثم التصنيف وحصل بذلك خير كثير (فتح الباری شرح حديث رقم ۱۱۳ (۱/ ۲۰۸)

حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں اور محمد بن جعفر الکتانی نے اپنی کتاب الرسالۃ المستطرفہ فی کتب السنۃ الشرفۃ اور ابو نعیم اصفہانی نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں ابن شہاب زہری کو سب سے پہلے حدیث کی تدوین کرنے والا قرار دیا ہے۔ (تاریخ افکار وعلوم اسلامی ج ۱ ص ۴۱۸ ،الرسالۃ المستطرفہ ص ۴)

امام زہری کے قریبی عصر وعہد میں حدیث نبوی کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

امام زہری کے طبقہ میں جو علماء شامل تھے انہوں نے خصوصی طور پر اس سلسلہ میں انتہائی محنت وکاوش سے کام لیا۔ ان علماء ومحدثین میں سے چند کا نام حسب ذیل ہے۔

ابو محمد عبدالملک بن جریج م ۱۵۰ھ (مکہ) محمد بن اسحاق م ۱۵۱ھ (مدینہ) معمر بن راشد م ۱۵۳ھ (یمن) سعید بن ابی عروبہ م ۱۵۶ھ (بصرہ) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی ۱۵۶ھ (شام) شعبہ بن الحاج ۱۶۰ھ (بصرہ) سفیان بن سعید الثوری ۱۶۱ھ (کوفہ) حماد بن سلمہ ۱۶۷ھ (بصرہ) ربیع بن صبیح ۱۶۰ھ (بصرہ) لیث بن سعد ۱۷۵ھ (مصر) یہ وہ شخصیات ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تدوین وتالیف کا کارنامہ انجام دیا ان کا اسلوب وانداز یہ تھا کہ احادیث واقوال صحابہ یکجا بیان کرتے اور ایک کتاب میں مختلف ابواب کو ملا جلا کر تحریر کرتے تھے۔ ان کے بعد تصنیف حدیث کے میدان میں درج ذیل علماء محدثین کا نام آتا ہے۔

مالک بن انس م ۱۷۹ھ ،عبداللہ بن المبارک م ۱۸۱ھ ،جریر بن عبدالحمید م ۱۸۸ھ، وکیع بن الجراح م ۱۹۷ھ، عبدالرحمٰن بن مہدی م ۱۹۸ھ، سفیان بن عیینہ م ۱۹۸ھ، یحییٰ بن سعید القطان م ۱۹۸ھ، ابوداؤد الطیالسی م ۲۰۴ھ، عبدالرزاق بن ہمام صنعانی م ۲۱۱ھ صاحب المصنف وغیرہ۔ مزید معلومات کے لئے دیکھیں: الجرح والتعدیل ۱/ ۹-۱۱) لعبدالرحمٰن بن ابی حاتم ۳۲۷ھ

تاریخ حدیث: تاریخ حدیث سے مراد نشر واشاعت حدیث اور تدوین علوم حدیث کے وہ مختلف زمانے اور ادوار جو عہد نبوی سے ابتک پائے گئے ان ادوار کو یوں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور: وہ دور ہے جب لوگ احادیث کو سینوں میں محفوظ رکھتے اور اس کی زبانی اشاعت کرتے تھے۔ تدوین حدیث کا یہ دور عہد نبوی سے شروع ہوکر پہلی صدی ہجری کے آخر پر ختم ہوتا ہے۔ یہ دور صحابہ اور کبار تابعین کا ہے۔

دوسرا دور: یہ وہ دور ہے جس میں حدیث کی تدوین شروع ہوئی، اور علم حدیث ارتقائی دور سے گذرنے لگا۔ یہ دور دوسری صدی ہجری کی ابتدا سے تیسری صدی ہجری کے نصف اول تک رہا۔ یہ دور صغار تابعین اور اتباع تابعین کا رہا ہے۔ تدوین میں مختلف احادیث کو یکجا کر دیا جاتا ہے اس میں کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہیں ہوا کرتی، احادیث کی تصنیف وتالیف کا کام تبع تابعین کے زمانہ میں شروع ہوتا ہے۔ تبع تابعین کا یہ دور علوم سنت کی تاسیس کا دور سمجھا جاتا ہے۔ اس دور میں جو کتابیں تالیف کی گئیں وہ موضوعات پر مرتب تھیں جنھیں موطا، مصنف، جامع اور سنن کا نام دیا جاتا ہے۔ جبکہ کچھ کتابیں کسی خاص عنوان مثلاً زہد، مغازی اور جہاد وغیرہ ناموں سے موسوم ہیں۔

اس دور کی تصنیفات میں احادیث رسول کے ساتھ صحابہ کے اقوال اور فتاوی تابعین بھی درج کئے جاتے تھے۔امام زہری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴ھ) کے طبقہ میں شامل علماء (مذکورہ بالا) سب اسی دور کے ہیں۔(بحوث فی تاریخ السنہ المشرفۃ د۔اکرم ضیاء العمری ص ۲۳۳۔۲۳۴)

تیسرا دور: یہ دور تالیف کتب حدیث کا ارتقائی دور ہے۔اس میں حدیث اور فنون حدیث پر مستقل کتابیں لکھی جانے لگیں، صحیح اور قابل استناد حدیثوں کے جمع کی طرف محدثین متوجہ ہوئے۔ضعاف کو صحاح سے ممتاز کیا، یہ دور تقریباً تیسری صدی ہجری کے نصف آخر سے چوتھی صدی ہجری کے خاتمہ تک پھیلا ہے۔تیسری صدی ہجری کے اس دور کو علوم اسلامیہ کا عموما اور علوم حدیث کا خصوصا ''عصر ذہبی'' کہا جاتا ہے۔اسی دور میں حدیث کی وہ کتابیں تصنیف کی گئیں جن پر عموما اسلامی احکام کا مدار ہے۔اسی دور میں وہ عظیم ائمہ فن پیدا ہوئے جو علم حدیث کا ستون تصور کئے جاتے ہیں۔

احمد بن حنبل ۲۴۱ھ، اسحاق بن راہویہ ۲۳۸ھ، علی بن المدینی ۲۳۴ھ، یحیی بن معین ۲۳۳ھ، عثمان بن سعید دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶، مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ، ابوزرعہ رازی ۲۶۴ھ، ابوحاتم رازی ۲۷۷ھ اور کتب ستہ کے دیگر مصنفین اسی دور کے روشن چراغ ہیں۔

امام بخاری اور مسلم نے صحیح احادیث کا مجموعہ تیار کر کے ایک نئی شاہراہ کھول دی جس پر چل کر کسی سے پوچھے بغیر صحیح احادیث تلاش کر سکتے ہیں۔یہی وہ دور ہے جس میں نوع بنوع تصانیف وجود میں آئیں جو سابقہ دور میں موجود نہ تھیں۔مثلاً

۱۔ **کتب مسانید**: جن میں احادیث نبویہ کو صحابہ کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہو۔یا ہر صحابی کی احادیث کو اکٹھا جمع کیا گیا ہو۔ان میں سند احادیث کے ذکر کا التزام ہوتا ہے۔لیکن صحت کا التزام نہیں۔جیسے مسند احمد بن حنبل، ۲۴۱ھ مسند مسدد بن مسرھد ۲۲۸ھ، مسند عبد بن حمید ۲۴۹ھ، مسند الدارمی ۲۵۵ھ مسند بقی بن مخلد ۲۷۶ھ، مسند ابوداؤد الطیالسی ۲۰۴ھ مسند ابی بکر ابن شیبہ ۲۲۵ھ، مسند اسحاق بن راہویہ ۲۳۸ھ وغیرہ۔

۲۔ **کتب الصحاح**: ایسی کتابیں جن میں صحیح احادیث کے ذکر کا التزام کیا گیا ہو جیسے صحیح البخاری، صحیح مسلم

۳۔ **کتب السنن**: ایسی کتابیں جن کی ترتیب فقہی ترتیب پر ہی ہو لیکن اس دور کے طابع کے اعتبار سے صرف مرفوع احادیث کے لئے مختص تھیں جیسے سنن اربعہ۔

۴۔ **کتب مختلف الحدیث**: ایسی کتابیں جن میں محدثین نے ایسی حدیثیں جمع کی ہیں جن میں تناقض نظر آتا ہے یا جن میں اختلاف دکھانے کی کوشش کی گئی یا جو احادیث متشابہات کے قبیل سے ہیں یا ان کا معنی ومفہوم بظاہر مشکل ہے۔ایسی حدیثوں کے مابین جمع وتطبیق یا مشکل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔اس فن میں امام شافعی ۲۰۴ھ (اختلاف الحدیث) ابن قتیبہ ۲۷۶ھ (تاویل مختلف الحدیث اور طحاوی ۳۲۱ھ نے (مشکل الآثار) تالیف کی۔اور علی بن المدینی نے بھی اختلاف الحدیث پر تصنیف کی۔

چوتھی صدی کے مشہور محدثین صاحب المعجم الکبیر امام سلیمان بن احمد طبرانی ۳۶۰ھ، صاحب سنن الدارقطنی امام دارقطنی ۳۵۸ھ، امام ابن حبان البستی ۳۵۴ھ، امام ابن خزیمہ ۳۱۱ھ اور امام ابوجعفر محمد احمد بن سلامہ طحاوی ۳۲۱ھ ہیں۔

یہ لوگ اپنی تالیف میں قرن ثالث کے اصحاب حدیث کی کتب پر کسی نئی چیز کا اضافہ تو نہ کر سکے البتہ جو حدیثیں ان سے رہ گئی تھیں انھوں نے ان کو اپنی کتب میں جگہ دی۔چوتھی صدی کے رجال حدیث نے سابقہ جمع کردہ احادیث کو اپنی تالیفات میں از سر نو جمع کیا اور پچھلے محدثین پر پورا پورا اعتماد کیا۔البتہ اس دور کے محدثین کو طرق واسانید کے کچھ اور سلسلے مل گئے۔اس طرح طرق حدیث میں وسعت پیدا ہوئی۔

مذکورہ بالا محدثین کی مساعی جمیلہ سے اس صدی میں حدیث کی جمع وتدوین اور احادیث صحیحہ وسقیمہ میں فرق وامتیاز کا کام تکمیل پذیر ہو گیا۔

انھیں مذکورہ بالا ادوار میں علم اسماء الرجال (۲) یا علم الاسناد اور احوال الخبر (۲) یعنی علوم حدیث پر کتابیں لکھی گئیں۔

چوتھا دور: یہ وہ دور ہے جبکہ ترتیب وتہذیب، اختصار اور شروح حدیث کا کام شروع ہوا۔یہ دور تقریباً پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔اس دور میں تصنیف کی جانے والی کتابوں کا محور سابقہ دور میں ترتیب دی ہوئی کتابیں رہیں۔مثلاً امام حاکم نے اپنی کتاب المستدرک (۴) لکھی، ابوعوانہ ابوبکر اسماعیلی اور ابونعیم اصبہانی نے مستخرجات (۵) ترتیب دیں۔امام بیہقی نے السنن لکھی۔اسی طرح کتب الجامع (۶)، کتب الزوائد (۷) اور کتب الموضوعات (۸) پر مشتمل کتابیں تصنیف کی گئیں۔ان تصانیف کے پہلو بہ پہلو تاریخ رجال ورواۃ پر خطیب بغدادی، ابن ماکولا، ابن عساکر، ابن الجوزی، مزی، ذہبی، عراقی، ابن حجر اور سخاوی جیسے مایہ ناز مؤلفین نے دسویں صدی ہجری تک کی تاریخ رقم فرما کر امت پر عظیم احسان کیا، امام سخاوی مشاہیر ائمہ فن کی فہرست ابن حجر رحمہ اللہ پر تمام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وطوی البساط بعده الالمن شاء الله (علم الرجال ص ۴۸، تدوین السنة لمطر الزهرانی، السنة ومكانتها مصطفى السباعی، تاریخ علوم حدیث ص ۲۳)

تعارف علوم حدیث: تدوین حدیث اور تاریخ حدیث پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد آیئے دیکھیں کہ علوم حدیث کیا ہے اور اس کی ضرورت کیوں کر پڑی؟

علم حدیث کا لغوی معنی: حدیث کا ادراک کرنا ہے۔علماء کی اصطلاح میں اس کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔

۱۔ **علم روایت الحدیث**: یہ علم ان احادیث کی نقل وروایت پر مبنی ہے جو نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب ہوں، خواہ وہ قولی ہوں یا فعلی ہوں یا تقریری یا رسول اللہ ﷺ کی کسی صفت پر مبنی ہوں۔قول مختار کی بناء پر اس میں اقوال صحابہ وتابعین بھی

شامل ہیں۔

۲۔علم درایت الحدیث: درایت حدیث مباحث ومسائل کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جس سے راوی اور مروی (حدیث) کا حال قبولیت یا عدم قبولیت کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن عتر یہ وضاحت کرتے ہیں کہ علم درایت الحدیث کے مباحث متعدد اور متنوع ہیں اور یہ الگ الگ مستقل موضوع ہیں ان میں سے ہرایک کا منہج، طریقہ اوراصول ہے اور ہرایک پر متعدد کتابیں ہیں جو علم جرح وتعدیل، علم رجال حدیث، علم علل حدیث، علم مختلف الحدیث، علم غریب الحدیث، علم ناسخ الحدیث ومنسوخہ اور علم اسباب ورود حدیث کو شامل ہے۔

گویا علوم الحدیث: ایسے قوانین کا جاننا جن سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے کہ روایت صحیح ہے یا حسن یا ضعیف، مرفوع ہے یا موقوف ومقطوع، سند عالی ہے یا اس سے کم درجہ کی ہے۔ تحمل واداء کی کیا کیفیت رہی ہے اور یہ کہ رجال سند کی صفات کیا ہیں اوراس طرح کی دوسری معلومات، غرض یہ کہ علوم الحدیث تمام قسم کے علوم کو شامل ہے۔

درایۃ الحدیث کو علوم الحدیث، اصول الحدیث، مصطلح الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس علم کو درایۃ الحدیث سے موسوم کرنے کی اصطلاح خطیب بغدادی کے بعد متاخرین علماء میں سے ابن الاکفانی محمد بن ابراہیم مصری ۷۴۹ھ نے ایجاد کی جسے امام سیوطی نے اپنی تالیفات میں استعمال کیا ہے۔

علوم الحدیث ایک بڑا وسیع، پیچیدہ اوراہم فن ہے اس علم کے اندر سو سے زائد فنون ہیں، ابن صلاح نے مقدمہ میں ۶۵ علوم کا ذکر کیا ہے۔

امام نووی نے تقریب میں اور عراقی نے الفیہ میں ابن صلاح کی پیروی کی ہے، سیوطی نے ان علوم کی تعداد ۹۳ تک بتائی ہے اور حازمی نے مقدمہ العجالۃ میں اس کی تعداد سو تک بتائی ہے۔ ابن الملقن کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ اس کے انواع دو سو سے زائد ہیں۔ اور ابوحاتم نے ضعیف کی تقسیم ۴۹ تک بتائی ہے۔ (تدریب ص ۴-۵)

ابتداء وارتقاء: علوم الحدیث جس میں مقبول ومردود کے اعتبار سے راوی اورمروی پر بحث کی جاتی ہے اس کی تدوین عصر تابعین میں ہوئی اور متن حدیث کی تدوین دوسری صدی ہجری کے نصف میں خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حکم سے ہوئی۔

ویسے یوں تو علوم حدیث کا آغاز اسلام میں نقل وروایت حدیث کے ساتھ ہوا۔ روایت ونقل اخبار میں تثبت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے: یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنأ فتبینوا اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث نضر الله امراء سمع منا شیئا فبلغه کما سمعه میں تثبت وضبط کی جانب انتباہ دیا گیا ہے۔

تاہم اس کا عملاً ظہور وفات رسولؐ کے بعد ہوا، جب مسلمانوں میں صیانت حدیث کا جذبہ اس کے ضیاع کے خوف سے پیدا ہوا، صحابہ یوں تو نقل روایت میں بے انتہا احتیاط وتثبت سے کام لیتے تھے لیکن لوگوں سے سند کا سوال نہیں کرتے تھے۔ شہادت عثمانؓ کے بعد امت میں فتنہ کا دور شروع ہوگیا، فرقہ بندیاں ہونے لگیں، ہرفرقہ کی جانب سے اپنی خواہشات اور اپنے اپنے موقف اور مذہب کی تائید وموافقت میں احادیث وضع ہونے لگی۔ زندیقوں کی ایک جماعت نے اس میں عملی تعاون کیا۔ دین اسلام میں نئے نئے داخل ہونے والوں میں ایک ایسی جماعت بھی رہی جس میں ایمان مضبوط نہ رہا، کچھ ایسے مفاد پرست عناصر بھی تھے جو امراء وخلفاء سے تقرب حاصل کرنے اور معمولی متاع دنیوی کے حصول کی خاطر ان کی خواہشات کے مطابق احادیث وضع کیا کرتے تھے۔

ایسے منجملہ حالات میں، صیانت حدیث کے پیش نظر علماء نے جس مبارک تحریک کا آغاز کیا تھا اس کے نتیجہ میں ایسے قواعد وضوابط تیار کئے گئے جن کے مطابق حدیث کے اقسام ومتعلقات بیان کئے گئے اوراس طرح مصطلحات حدیث کا فن عالم وجود میں آیا جس کے ذریعہ احادیث واخبار کی صحت معلوم کرنے کے لئے علمی قواعد کی بنا پڑی۔

مصطلح الحدیث کے فن میں حدیث کے مدارج مثلاً صحیح وحسن، ضعیف اوران کے اقسام وشروط سے بحث کی جاتی ہے، جن کا راوی ومروی میں پایا جانا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس فن میں بتایا جاتا ہے کہ کسی حدیث میں علت اضطراب اور شذوذ کیوں کر پیدا ہوجاتا ہے۔ حدیث منکر ومردود کیوں ہوتی ہے، اور دوسری روایات سے تائید وتقویت حاصل کرنے کی ضرورت کن احادیث میں ہوتی ہے۔ نیز سماع حدیث اوراس کے ضبط وتحمل کی کیفیت کیا ہے۔ محدث اور طالب حدیث کے لئے کون سے آداب ضروری ہیں۔ راویوں کی معرفت، ان کے طبقات واقوال، قبول روایت کی شرطیں اور جرح وتعدیل کے آداب وشروط کیا ہیں، وضع وعلل اور ضعف ونکارت کی معرفت کیوں کر ہوسکتی ہے۔ طرق حدیث وسند کی تقسیمات، سند عالی ونازل اوراس قسم کے دیگر آداب وشروط اور دوسری معلومات اس فن کے بدولت معلوم ہوتی ہیں۔ یہ آداب وشروط پہلی تین صدیوں تک غیر منضبط حالت میں رہے، جب آگے چل کر دیگر علوم اسلامیہ مدون ہوئے تو ان کو بھی جداگانہ تصانیف میں جگہ دی گئی۔ (السنة ومکانتها فی التشریع الاسلامی، حدیث رسول کا تشریعی مقام ۱۷۷-۱۷۸، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ۱۰۷)

علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب ''مقدمہ'' میں علوم حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''علوم حدیث میں سندوں پر غوروخوض کرنے کا علم بھی ہے اور اس بات کی معرفت کہ کون سی احادیث اپنی سندوں کے لحاظ سے کامل الشروط ہونے کی بنا پر واجب العمل قرار پاتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث اسی وقت واجب العمل بنتی ہے جب اس بات کا ظن غالب حاصل ہوجائے کہ رسول اللہ کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے اور اس ظن غالب کے حاصل کرنے کی سبیل راویان حدیث کے ضبط وعدالت سے کماحقہ آگاہی حاصل کرنا ہے۔ اور راویان حدیث کی عدالت وضبط کا ثبوت علماء دین کی ان تصریحات سے ملتا ہے جو رواۃ کو جرح وغفلت سے بری کرتے ہوئے ان کی تعدیل کے باب میں

ان علماء سے منقول ہیں اور یہی تصریحات ہمارے لئے روایتوں کے ردوقبول کی دلیل بنتی ہیں۔ چنانچہ راویان حدیث کے مختلف مراتب قائم کئے گئے اور اس باب میں ایک ایک کے تفاوت وامتیازات متعین کئے خواہ وہ صحابہ ہوں یا تابعین۔

اسی طرح سندوں میں ان کے اتصال وانقطاع کے لحاظ سے تفاوت ہوتا ہے کہ راوی جس سے روایت کرتا ہے وہ اس کا ہم زمانہ ہے یا نہیں، اس سے اس کی ملاقات ہوئی ہے یا نہیں، پھر اس پر بھی غائر نظر پڑتی جاتی ہے کہ روایت ان علتوں سے سالم ہے یا نہیں جو روایت کو مجروح بنا دیتی ہے۔ یوں روایتوں کے تین درجات ہوجاتے ہیں۔

اعلیٰ: اس کے بارے میں ائمہ کا متفقہ فیصلہ قبول کر لینے کا ہے۔

اسفل وادنیٰ: ایسی روایت بالاتفاق قابل رد سمجھی گئی ہے۔

اوسط: ایسی روایت کا معاملہ ائمہ فن سے منقول اقوال کی روشنی میں مختلف نوعیتوں کا ہے۔

ان تمام امور سے متعلق مراتب ومدارج سمجھانے کے لئے ائمہ فن نے اصطلاحی اسماء وضع کئے ہیں مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، مرسل، منقطع، معضل، شاذ، غریب، موضوع وغیرہ جو ان کے درمیان متداول ہیں اور ہر نوع کے لئے ان ائمہ فن نے مستقل ابواب مقرر کئے ہیں۔ اس بارے میں یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ائمہ لسان نے اختلاف کیا ہے یا اتفاق، نیز طریق روایت کی تفصیل وتشریح کرتے ہیں کہ ایک راوی نے دوسرے راوی سے روایت کس کیفیت سے لی ہے۔ پڑھ کر نقل کیا ہے یا لکھ کر یا بطریق مناولہ (۹) یا باجازت، اسی کے ساتھ حدیث کے ردوقبول کے باب میں علماء کے آراء کا اظہار اور حدیث کا درجہ مقرر کرتے ہیں۔

پھر ان ساری تحقیقات وتنقیحات کے ساتھ الفاظ حدیث پر بحث چھڑتی ہے غریب ومشکل الفاظ بتائے جاتے ہیں، تصحیف ہوگئی تو اسے دکھاتے ہیں، یا متفق ومتفرق (۱۰) کا وجود ہو تو اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور اسی طرح کے دوسرے مباحث۔ یہ ہیں وہ ضروری مباحث ومراحل جو ائمہ حدیث کو غور وفکر اور تحقیق وتدقیق کے ساتھ لازماً طے کرنے پڑتے ہیں۔

پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں راویان حدیث کے تمام حالات سے اہل شہر اور اہل وطن پوری طرح واقف تھے اور ان راویوں کے گروہ حجاز، بصرہ، کوفہ، شام اور مصر میں پھیلے ہوئے تھے اور وہ سب کے سب اپنے زمانوں میں معروف ومشہور تھے کہ ثقاہت وعدم ثقاہت، عدالت وغیر عدالت، احتیاط وبے احتیاطی وغیرہ کے لحاظ سے کس کا کیا مقام تھا اور ان میں دوسری جگہوں کی بہ نسبت اہل حجاز کا طریق روایت سند کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا مانا جاتا اور صحت سے قریب تر سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ نقل وروایت کے لئے عدالت وضبط سے متعلق ان کی شرطیں بہت سخت تھیں اور مجہول الحال راوی سے وہ کسی حال میں یہ روایت قبول نہیں کیا کرتے''۔ انتہی کلام ابن خلدون (تاریخ افکار وعلوم اسلامی ۱/ ۴۳۸۔۴۴۲)

ان نقول کے ذکر کرنے کا مقصد علوم حدیث کے مشمولات کی طرف اشارہ کرنا ہے اور یہ کہ روایت اور راویوں کی معرفت علوم حدیث کے اہم امور میں سے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہی کھرے کھوٹے اور صحیح وسقیم کے درمیان تفریق وتمیز کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

حواشی

(۱) ابن شہاب زہری

(۲) **علم رجال سے متعلق کتب**: کتب التاریخ، کتب الطبقات، وفیات، معرفة الوحدان، رواية الاكابر عن الاصاغر، اصناف المدلسين والكذابين، معرفة اوطان الرواة وبلدانهم، معرفة الاسماء والكنى وغیرہ جو معرفة الرواة سے متعلق ہیں۔

(۳) احوال الخبر میں: کتب العلل، الفاظ مراتب القبول والرد، الفاظ مراتب الجرح والتعديل، آداب روایت، کیفیت ضبط روایت وغیرہ سے متعلق

(۴) **مستدرک**: حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں وہ احادیث جمع ہوں جو کسی مصنف کی شرط کے مطابق ہوں مگر اس کی کتاب میں موجود نہ ہوں۔

(۵) **مستخرج**: کوئی مصنف کسی کتاب کی احادیث کو کتاب کے جامع ومؤلف کے علاوہ اپنی سند سے روایت کرے اور اس کی سند مؤلف کتاب کے شیخ کے ساتھ یا اس سے اوپر جا کر مل جائے۔

(۶) جیسے الجمع بين الصحيحين للحميدي، جامع الاصول فی احاديث الرسول لابن الاثير، الجمع بين الكتب الستة وغیرہ۔

(۷) **کتب الزوائد**: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي ۸۰۷ھ، المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية لابن حجر ۲۵۲ھ موارد الظمآن الى زوائد صحيح ابن حبان۔

(۸) **کتب الموضوعات**: جیسے تذکرة الموضوعات لابن طاهر ۵۰۷ھ، الاباطيل والمناكير للجوزقاني ۵۴۳ھ الموضوعات لابن الجوزي ۵۹۷ھ، اللآلئ المصنوعة في الاحاديث الموضوعة للسيوطي۔ تنزيه الشريعة لابن عراق، والفوائد المجموعة للشوكاني۔

(۹) **مناولہ**: شیخ طالب علم کو اپنی کتاب دے اور کہے هذا روايتي عن فلاں فاروه عني پھر وہ کتاب اسے دے دے یا نسخ کے لئے عاریۃً دیدے مناوله مجردة عن الاجازه: شیخ طالب علم کو اپنی کتاب دے اور صرف یہ کہے ''ہذا سماعی''۔

(۱۰) یعنی راویوں اور اس کے باپ اور دادا کے نام خطاً ولفظاً متفق ہوں (ایک ہوں) اور شخصیتیں مختلف ہوں، اسم وکنیت میں اتفاق ہو، یا اسم ونسبت میں جیسے خلیل بن احمد (چھ اشخاص کے نام)

(جاری)

☆☆☆

طب و صحت

ڈاکٹر ایم این بیگ
پوسٹ بکس ۱۸، ٹونک-304001
فون:01432-244018
موبائل:09460805389

آپ کے سوال اور ہمارے جواب

س: کیا کچے کیلے کی سبزی (ترکاری) صحت کے لیے مفید ہے؟ میں نے ایک مضمون پڑھا تھا جس میں لکھا تھا کہ کچا کیلا، پکے کیلے سے زیادہ مفید ہے، آپ براہ کرم اس سوال کا جواب ''جریدہ ترجمان'' میں شائع کریں، تاکہ ہم سب ناظرین کی معلومات میں اضافہ ہو۔ (فرقان احمد، کولکتہ)

ج: کیلا، کچا ہو یا پکا، دونوں ہی صحت کے لیے مفید ہیں، دونوں درحقیقت غذا بھی ہیں اور دوا بھی، کچے کیلے کی سبزی بنا کر کھاتے ہیں۔

اس میں پوٹاشیم وافر مقدار میں پایا جاتا ہے، اس لیے ہاضمہ بھی درست رہتا ہے اور اجابت بھی بافراغت ہوتی ہے، ذہنی تناؤ بھی دور ہوتا ہے، دماغی سکون کا احساس ہوتا ہے، لیکن خیال رہے کہ دن بھر میں ایک یا دو کیلوں سے زیادہ کی سبزی استعمال نہ کریں، ورنہ بصورت دیگر گیس کی شکایت ہوسکتی ہے اس لیے کہ اس میں سٹارچ بھی خاصی مقدار میں پایا جاتا ہے، بعض ''ماہرین غذائیات'' کا یہ بھی خیال ہے کہ اس کی سبزی مرض ذیابیطس (شوگر کی بیماری) میں بھی مفید ہے۔

س: فالج Paralysis کیوں ہوتا ہے؟ یعنی کن وجوہات سے ہوتا ہے؟ کیا اسکا مکمل علاج ممکن ہے؟ اور کیا فالج زدہ فرد (مفلوج) کے اعضاء و جوارح کی توانائی، وحرکات کا مکمل اعادہ ممکن ہے؟

ج: عام طور پر ہوتا یہی ہے کہ بہترین علاج کے باوجود، کمزوری رفع نہیں ہوتی اور مریض کم و بیش معذور سا ہی رہتا ہے، متاثرہ اعضاء بھی ''نیم صحت مند'' ہی رہتے ہیں۔ فالج زدہ ہاتھ، پیر تو کمزور ہی رہتے ہیں، لاغر بھی ہوجاتے ہیں، گویا ''سوکھ'' جاتے ہیں۔

س: میرے دادا صاحب کی عمر کم و بیش 75 سال ہے اور وہ بہترین علاج کے باوجود ان ہی مذکورہ بالا کیفیات سے دوچار ہیں، مرض کا حملہ دو سال پہلے ہوا تھا، کیا آپ کسی مجرب صدری، قلمی، قدیمی، خاندانی نسخے کی نشاندہی کرسکتے ہیں؟ جریدہ ترجمان میں جواب شائع کریں گے تو سب کو فائدہ ہوگا۔ (عبدالرحمٰن، جے پور)

ج: فالج موجودہ دور میں بہت تیزی سے پھیلنے والا مرض ہے، موجودہ دور کی بھاگ دوڑ، ہما ہمی، ذہنی تناؤ، فاسٹ فوڈ، غذائی ملاوٹ، تفکرات کا ہجوم، نیند کی کمی، منشیات کا استعمال، مسابقت کا غیر صحتمند رجحان وغیرہ وغیرہ کے علاوہ یہ مادیت پرست اور مذہب بیزار، معاشرہ خود اپنے کئے کی سزا پا رہا ہے۔

شوگر کی بیماری، پاگل پن، جرائم کا رجحان، ہائی بلڈ پریشر، قلبی امراض، کینسر، ایڈز اور دیگر جنسی امراض، وغیرہم نے انسان کا جینا دوبھر کردیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ فالج عام طور پر ہائی بلڈ پریشر کے باعث، دماغی جریان خون یعنی Cerebral Haemorrhage سے ہوتا ہے، دماغ میں خون کا تھکہ Clot بن جاتا ہے، جو بھیجے Brain پر دباؤ ڈالتا ہے، اور پھر اسی دباؤ کا نتیجہ فالج کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں کہ فالج سردی کی وجہ سے ہوتا ہے، اور نہ یہ کوئی سرد یا برفیلا مرض ہے، یہ مفروضہ ہے، اور غلط ہے۔

اگر مرض رونما ہوتے ہی، بذریعہ آپریشن Clot نکالا جائے تو مریض کو فوری طور پر افاقہ ہوجاتا ہے، لیکن ہوتا ہے کہ پہلے تو حکیم صاحب کا فالج کا ڈبہ، استعمال کرایا جاتا ہے، کئی روز تک صرف شہد کا پانی پلایا جاتا ہے، پھر کبوتر کا آب جوش استعمال میں لایا جاتا ہے، جب افاقہ نہیں ہوتا تو اسپشلسٹ سے رجوع کیا جاتا ہے پھر بھاری بھرکم قیمت والے ٹیسٹ کئے جاتے ہیں، علاج شروع کیا جاتا ہے، لیکن شفاء کے اعتبار سے بہت قیمتی وقت ابتدائی تدابیر میں ضایع ہوجانے کی وجہ سے، مکمل طور پر صحت کا اعادہ نہیں ہوتا، اتنا فائدہ تو رفتہ رفتہ قدرتی اور طبعی طور پر Clot کے سکڑنے اور دباؤ کم ہوجانے سے ہی ہوجاتا ہے۔

آپ جو ادویہ استعمال کرا رہے ہیں وہی جاری رکھیں، ''فزیو تھیراپی'' سے تھوڑا بہت فائدہ ضرور ہوگا، نیورو بیان ٹیبلیٹ میں وٹامن Vitamin B1, B6, B12 وغیرہ ہوتی ہیں، یہ اعصابی ٹانک Nervine Tonic ہیں اس لیے مفید ہیں، پرہیز ضروری ہے خصوصا غذائی پرہیز، دیسی گھی، انڈے، مکھن، بڑا گوشت، یعنی بھینس کا گوشت، بکرے کا گوشت استعمال نہ کریں، اگر بلڈ پریشر کم Low ہوجائے تو ڈاکٹر سے مشورہ کریں، ورزش حتی الامکان کرتے رہیں، ابتدا میں اگر آپ مطلع کرتے تو شاید اعادہ صحت تسلی بخش ہوتا۔ نمک بھی بلڈ پریشر بڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے، بہت کم استعمال کرائیں لیکن اگر بلڈ پریشر کنٹرول ہوجائے تو نمک تیز نہ کریں۔

س: معدہ میں تیزابیت، Hyper Acidity، معدہ کا زخم Pedtic Ulcer کے علاج میں کیا مندرجہ ذیل ادویہ کا استعمال مفید ثابت ہوتا ہے؟

نمک جالینوس، نمک سلیمانی، ہر قسم کے چورن، جیسے قائم چورن، سکنجبین، ہر قسم کے سرکہ جات، جوارش انارین وغیرہ وغیرہ اور غذائیں وغیرہ، مرچوں سے بھرپور قورمے، لال مرچوں اور گرم مسالوں (مصالحوں) والے پکوان، دہی، ٹماٹر، لیموں علاوہ ازیں دہی کی لسی، چھاچھ، حلیم، اچار وغیرہ وغیرہ (نسیم الدین فیضی، دہلی)

ج: یہ ادویہ اور اغذیہ جو آپ نے تحریر کی ہیں، مفید نہیں بلکہ بے حد مضر یعنی نقصاندہ ہیں، بھول کر بھی استعمال نہ کریں۔ البتہ ایسے مریضوں کے لیے دودھ درحقیقت آب حیات سے کم نہیں۔

س: موتیابند، جالا، پھولا، کیا سرموں، Eye Drops سے یہ امراض چشم دور ہوسکتے ہیں؟

ج: ناممکن، ناممکن، ناممکن

س: آپ نے ''جریدہ ترجمان'' میں گذشتہ دنوں، ایک جامع اور بیحد مفید مضمون ''امرت دھارا'' پر تحریر کیا تھا اور اس کا نسخہ بھی لکھ دیا تھا لیکن مینتھول اور تھائی مول یہ دونوں یہاں نہیں مل رہے ہیں، بہت تلاش کیا نہیں ملے، براہ کرم رہنمائی کریں۔ (عظیم اللہ انصاری، حیدرآباد)

ج: مینتھول کا دوسرا نام ''پیپرمنٹ'' اور ''پودینے کا ست'' بھی ہے، کسی بھی پنواڑی سے پوچھ لیں وہ پان کے بیڑے میں ڈالتے ہیں، اسی طرح کسی بھی کرانے کی دکان سے ''تھائی مول'' خرید لیں، عام چیز ہے یہ ہر جگہ ملتی ہے۔ ☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

نیپال کے مرکزی تعلیمی قدیم ترین ادارہ جامعہ سراج العلوم کے استاذ اور معروف عالم دین مولانا مختار احمد مدنی کا سانحۂ ارتحال

دہلی، ۱۲/ جون ۲۰۱۸ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اخبار کے نام جاری ایک بیان میں جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر، نیپال کے مرکزی تعلیمی و تربیتی قدیم ترین ادارہ کے سابق شیخ الجامعہ اور جید عالم دین اور معروف استاذ مولانا مختار احمد مدنی کے سانحۂ ارتحال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے جو آج صبح دس بجے بعمر ۷۰ سال طویل علالت کے بعد اس دارفانی سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی پیدائش موضع جھکہیا، ضلع سدھارتھ نگر یوپی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اکرہرا کے مدرسے میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ سلفیہ بنارس کے لیے رخت سفر باندھا اور وہیں سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی سند فراغت حاصل کی۔ عملی میدان میں قدم رکھا تو جامعہ سلفیہ بنارس میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں اس کے بعد ایک عرصہ تک جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال میں تدریس کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے اور دوران تدریس ہی کینسر کا عارضہ لاحق ہوا اور انتقال ہوگیا۔ موصوف کا شمار ممتاز اساتذہ اور علاقے کی معروف شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ دعوت وتبلیغ کے علاوہ آپ مہمان نواز سنجیدہ، با اخلاق اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ ان کے تلامذہ بڑی تعداد میں ملک وبیرون ملک دعوتی وتعلیمی فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں جو ان کے لئے یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

پریس ریلیز کے مطابق ممبئی کے مشہور ہسپتال اسماعیلیہ میں موصوف کا کینسر کا علاج ہورہا تھا لیکن اس سے جانبر نہ ہوسکے اور ممبئی ہی میں انتقال کیا۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چھ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ نماز جنازہ میں جم غفیر نے شرکت کی اور تدفین آج بعد نماز عصر ممبرا، کوسہ، ممبئی میں عمل میں آئی۔

امیر محترم نے اپنے اخباری بیان میں مولانا کے پسماندگان اور ان کے تعلیمی وتربیتی اداروں کے ذمہ داران، اساتذہ، طلبہ ودیگر تمام متعلقین سے بھی قلبی تعزیت کی ہے۔ اور دعا گو ہیں کہ باراِلٰہ ان کی لغزشوں سے درگذر فرما، حسنات کو شرف قبولیت عطا کر اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخش اور جامعہ سراج العلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

(۲)

چاند نظر نہیں آیا

دہلی ۱۴/ جون ۲۰۱۸ء

آج مورخہ ۱۴/ جون ۲۰۱۸ء بمطابق ۲۹/ رمضان ۱۴۳۹ھ بروز جمعرات مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی کی ایک میٹنگ ہوئی۔ ملک کے کسی بھی حصے میں چاند کی رویت کی مصدقہ ومستند خبر موصول نہ ہونے کے پیش نظر مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ۱۶/ جون ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ شوال کی پہلی تاریخ ہوگی۔ اور اسی دن عید منائی جائے گی۔

☆☆☆

ضرورت اساتذہ حفظ

مرکز ابن القیم الاسلامی للبحوث والدعوۃ والارشاد (Chennai) بحمد اللہ اپنے علمی اور دعوتی اور سماجی خدمات میں اپنی منفرد پہچان رکھتا ہے، مرکز کو علی الفور دو حفظ کے اساتذہ کی ضرورت ہے شرائط حسب ذیل ہیں:

عمر ۳۵ سے ۴۵ کے درمیان ہو۔ تدریسی میدان میں کم از کم ۸ سالہ تجربہ ہو۔

تنخواہ حسب صلاحیت مع قیام وطعام کے 15000 سے 20000 کے درمیان ہوگی۔ خواہش مند معلمین اس نمبر پر صرف بذریعہ واٹس ایپ رابطہ کریں اور کال کرنا چاہیں تو صبح ۱۱ سے ۱۲ شام ۵۔ سے ۶ بجے تک (حافظ عبدالواحد عمری مدنی 07845441970)

آتشزدگی سے متاثرین روھنگیائی مهاجرین کی مددکا سلسلہ جاری :

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے تعاون سے گاؤں فیروز پورنمک ضلع نوح (میوات) میں رہائش پذیر روہنگیا مہاجرین جو آتشزدگی کے شکار ہو گئے تھے کے لئے خوردنی اشیاء ودیگر گھریلو سامان فراہم کیا گیا جس کا عمدہ اثر رہا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے امیر ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس وصوبائی ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرحمٰن سلفی ودیگر اراکین حافظ محمد داؤد، مولانا محمد اکبر، حاجی عبدالرشید، حاجی شہاب الدین وغیرہم کی نگرانی میں خوردنی اشیاء دال، چاول، ودیگر گھریلو سامان تقسیم کیا گیا۔ اس سے قبل صوبائی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے متاثرین کو زنانے ومردانے کپڑے نیز گھروں میں کھانا بنانے کے لئے گیس سلنڈر وچولہے وغیرہ تقسیم کئے گئے تھے۔

(ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ)

کٹیہار میں حفظ حدیث مسابقہ:

مورخہ ۱۸/جون ۲۰۱۸ء کو مقامی جمعیت اہل حدیث دیلا رپور، مینہاری کٹیہار کے زیر اہتمام اور ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار بہار کے زیر نگرانی آل کٹیہار مسابقہ حفظ حدیث کا انعقاد عمل میں آیا۔ مدرسہ دارالحدیث پنچی ٹولہ دیلا رپور منیہاری میں اختتام پذیر اس مسابقے میں ستر سے زائد طلبہ نے حصہ لیا اور ہمت افزا کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ مسابقہ تین زمروں پر مشتمل تھا۔ پہلا زمرہ عالمیت اور فضیلت کے طلبہ کے لیے تھا۔ دوسرا زمرہ ثانویہ کے طلبہ کے لیے تھا اور تیسرا زمرہ متوسطہ کے طلبہ کے لیے تھا۔ مسابقہ میں شریک طلبہ کا تحریری اور تقریری امتحان باصلاحیت اور غیر جانب دار ممتحن حضرات کے ذریعے صاف شفاف طریقے سے لیا گیا۔ اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو نقد انعامات دیئے گئے علاوہ ازیں جملہ مشارکین کو تشجیعی انعامات بھی دیئے گئے۔ تقسیم انعامات کے موقعے پر ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار کے ذمے داران کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں جن علمائے کرام اور دانش وران عظام نے شرکت کی ان میں مولانا انعام الحق صاحب مدنی، ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار، ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب سلفی ناظم اعلیٰ ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار، ڈاکٹر نور حسین صاحب خازن ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار، مولانا عبدالجلیل صاحب مدنی، مولانا مشتاق احمد صاحب ندوی، مولانا نذیر حسین صاحب سنابلی، مولانا محمد حسن صاحب سلفی، مولانا ابراہیم سجاد صاحب تیمی، مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، مولانا عبیدالرحمٰن صاحب سلفی اور مولانا مجیب الرحمٰن صاحب صدیقی وغیرہم کے نام شامل ہیں۔ تقسیم انعامات کے موقع پر موجود علماء نے اس میں شریک ہونے والے طلبہ کے تعلق سے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور اس مسابقے کے روح رواں مولانا عبیدالرحمٰن صاحب سلفی کی کوششوں کی ستائش کے ساتھ ساتھ انھیں ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ اللہ اس پروگرام کو حدیث نبوی کی اشاعت کا ذریعہ اور منتظمین کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔

(رپورٹ: مولانا انعام الحق مدنی ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net